روزے اور
غیر روزے والے دن کا فرق

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

جب آپ روزے سے ہوں تو آپ کے کانوں، آنکھوں اور زبان کو بھی جھوٹ اور گناہوں سے روزہ رکھ لینا چاہئے (یعنی ان سے دور رہیں)، اور خادم کو اذیت دینا ترک کردیں، اور روزے کے دنوں میں آپ پر متانت اور وقار کی کیفیت ہونی چاہئے، اور دیکھئے آپ کے روزوں اور غیر روزوں والا دن یکساں نہ ہونے پائے۔ (یعنی روزے والے دن کو زیادہ بہتر ہونا چاہئے)

(بخاری - فتح ۴ (۱۹۴۷)،
مسلم (۱۱۶) اور الفاظ مسلم ہی کے ہیں)

جون ۲۰۱۶ء/شعبان–رمضان ۱۴۳۷ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) الخ الآیۃ (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے رمضان المبارک کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے جہاں روزے کی فرضیت کا حکم دیا ہے وہیں قرآن کریم کی فضیلت کا بھی ذکر کیا ہے۔

قارئین کرام: رمضان کا مبارک مہینہ جو بہت سارے خیر وبرکات وسعادتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوا ہے جس میں ایک نیکی کا ثواب ایک سے لے کر دس گنا بلکہ سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے بلکہ یوں کہئے کہ مؤمنوں کے نیکیوں کے کمانے کا مہینہ وسیزن ہے انہی میں سے ایک قرآن کریم کی تلاوت کا مسئلہ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد کتاب اللہ اور اس کی آیات کی تلاوت بھی تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں فرمایا (يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ) یعنی ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا اور سورۂ فاطر میں اللہ نے قرآن کریم کی تلاوت کو ایسی تجارت سے تعبیر کیا ہے جس میں کبھی خسارہ ونقصان واقع نہیں ہوسکتا اللہ کا ارشاد ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ) الخ الآیۃ (فاطر: ۲۹) یقینا جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دے رکھا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں یقینا وہ ایک ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا تاکہ اللہ ان کے اجر کو پورے پورے دے اور مزید اپنے فضل سے ان کو عطا فرمائے بے شک اللہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔ نیز ارشاد ہے (اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ) الخ الآیۃ (البقرۃ: ۱۲۱) وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں جس طرح کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں مثلاً (۱) خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کا ذکر آتا ہے تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔ (۲) اس کے حلال کو حلال حرام کو حرام سمجھتے اور کلام الٰہی میں تحریف نہیں کرتے (جیسے دوسرے یہودی کرتے تھے)۔ (۳) اس میں جو کچھ تحریر ہے لوگوں کو بتلاتے ہیں اس کی کوئی بات چھپاتے نہیں۔ (۴) اس کی محکم باتوں پر عمل کرتے متشابہات پر ایمان رکھتے اور جو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں انہیں علماء سے حل کرواتے

ہیں۔ (۵) اس کی ایک ایک بات کی اتباع کرتے ہیں (فتح القدیر) واقعہ یہ ہے کہ حق تلاوت میں یہ سارے ہی مفہوم داخل ہیں اور ہدایت ایسے ہی لوگوں کے حق میں آتی ہے جو مذکورہ باتوں کا اہتمام کرتے ہیں (احسن البیان) اسی طرح سے احادیث صحیحہ کے اندر بھی اس کی تلاوت کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: **"اقرؤا القرآن فانه یائی یوم القیامة شفیعا لاصحابه"** **(مسلم باب فضل قرأة القرآن)** یعنی قرآن پڑھتے رہو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارشی بن کر آئے گا۔ اور اس کی تلاوت سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی اس کے دس گنا بڑھا دی جاتی ہے (اس طرح ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں ملیں گی) میں نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے بلکہ 'الف' ایک حرف اور 'لام' ایک حرف ہے اور 'میم' ایک حرف ہے اس طرح 'الم' کی تلاوت پر تیس نیکیاں ملیں گی (صحیح الجامع ،ترمذی) اور قیامت کے دن انسان ایک ایک نیکی کے لئے حیران و پریشان ہوگا اپنے قریبی رشتہ داروں کے پاس یہ امید لے کر جائے گا کہ کہیں سے ایک نیکی مل جائے تا کہ وہ کامیاب ہوجائے جیسا کہ قرآن نے اس بات کا نقشہ بڑے پیارے انداز میں کھینچا ہے اللہ کا ارشاد ہے: **(يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ○وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ○لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ)** **(عبس: ۳۴ تا ۳۷)** اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر دامن گیر ہوگی جو اسے دوسروں سے بے پرواہ کردے گی، اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: **"الصیام والقرآن یشفعان للعبد یوم القیامة" الخ الحدیث (احمد، حاکم، وصححه الالبانی رحمه اللّٰه فی صحیح الترغیب والترھیب: ۹۸۴)** یعنی روزہ اور قرآن دونوں بندے کے حق میں قیامت کے دن اللہ کے پاس شفاعت کریں گے روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اسے کھانے سے اور شہوت سے روک رکھا تھا پس اس کے حق میں میری سفارش قبول کرلے اور قرآن کہے گا اے میرے رب میں نے اسے رات میں سونے سے روک رکھا تھا لہذا تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کرلے آپ ﷺ نے فرمایا پس ان دونوں کی شفاعت قبول کرلی جائے گی۔ اس طریقے سے قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے پس وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ **(صحیح الجامع :۶۲۸۹، والصحیحة: ۲۳۴۲)** اس حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے لئے علامت ونشانی قرآن مجید کی تلاوت بیان کی گئی ہے۔ ان ساری تفصیلات ووضاحتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا رمضان المبارک سے گہرا تعلق ہے اس لئے اس مبارک مہینے میں قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہئے خود نبی کریم ﷺ بھی اس ماہ میں اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ آخر میں ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو اس مبارک مہینے میں اپنے کلام کی کثرت سے تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❖ ❖ ❖

اداریہ

رمضان ایک عظیم تربیت گاہ

محمد مقیم فیضی

رمضان نیکیوں کا موسم بہار، موحدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، عبادت گزاروں کی آرزوں کا مرکز ہے، یہ صبر کا مہینہ ہے، روزوں کا مہینہ ہے، قرآن کا مہینہ ہے، جودوعطا کا مہینہ ہے، اللہ کی رحمتوں اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے، یہ مہینہ اہل ایمان کو یہ سکھاتا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی زندگی کس طرح گزارنی چاہئے، اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ صحت مند وتندرست اور اپنے گھر اور بستی میں مقیم مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ رات بھر حسب ضرورت کھاؤ پیو مگر جب صبح صادق طلوع ہوجائے تو کھانا پینا بند کردو۔ اب اگر کوئی شخص رات کے وقت بطور عبادت کھانا ترک کرنے کی پابندی کرے تو وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا نافرمان ٹھہرے گا جس طرح دن کے وقت بلا عذر کھانے پینے والا گنہگار قرار پائے گا۔ رمضان اور روزوں کا مقصد ہی یہی ہے کہ انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہوجائے اور من مانی زندگی ترک کرکے مطیع وفرمانبردار بندہ بن جائے، اللہ تعالیٰ نے روزوں کے ذریعہ اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ انسانوں کی غمخواری وہمدردی اور ان کے ساتھ عدل اور خیر خواہی کا ایک بڑا سبق دینا چاہا ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنھیں اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے نمونہ قرار دیا ہے ماہ رمضان میں جہاں عبادت الٰہی، قیام اللیل، قرآن کریم کے دور، اعتکاف اور ذکر واذکار کے لئے کمر کس لیتے تھے وہیں آپ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ کھلی ہوئی ہوا سے زیادہ خیر کے کاموں میں رواں دواں اور سخی وفیاض ہوجاتے تھے۔ اور آپ نے اپنی امت تک رمضان اور روزوں کا ایک اہم ترین پیغام یہ پہنچایا ہے کہ ”من لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه“ جو جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا ترک کرے۔ اور آپ نے یہ خبر بھی امت کو دی ہے کہ اس ماہ مبارک میں روزانہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی آواز لگاتا ہے کہ ”یاباغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر“ اے خیر کے طلبگار آگے بڑھ اور اے شر اور برائی کے طلبگار باز آ اور رک جا۔ اللہ تعالیٰ نے روزوں اور قیام اللیل کو غفرله ماتقدم من ذنبه (پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں) سے جوڑ کر یہ درس دیا ہے کہ انسان کی کوتاہی کی تلافی نیکیوں سے ہوتی ہے اور بھلائیاں گناہوں کا کفارہ بنتی ہیں اور ساتھ ہی اس میں یہ پیغام بھی ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی مغفرتوں کی سخت حاجت ہوتی ہے۔ اور لیلۃ القدر کی دعا: ”اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی“ (اے اللہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا تو مجھے معاف کردے) سے یہ پیغام دیا گیا ہے کہ اے اللہ کے بندو اگر تم اللہ تعالیٰ کی معافی کے طلبگار ہو تو دوسروں کو معاف کرنا سیکھو۔ صدقۃ الفطر کا پیغام جو ہر صاحب استطاعت روزے دار پر فرض ہے یہ ہے کہ سارے مسلمان بھائی بھائی اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ہمہ وقتی ساتھی ہیں اور جب انسان ان سارے پیغامات کے حاصل سے اپنی زندگی کو سجا لیتا ہے تو وہ متقی بن جاتا ہے جو روزوں کا سب سے بڑا مقصد ہے۔

مدارس اسلامیہ اوران کے سفرا

ہندوستان میں اسلامی عقیدہ ومنہج اورمسلم تہذیب وثقافت کا سہرامدارس اور علماء کے سرہی بندھتا ہے، اور امت کا دینی مزاج انہیں مکاتب ومدارس کی دین ہے، اور انہیں جو کچھ بھی امن وعافیت اور وقار میسر ہے اس میں ان کا بڑا عمل دخل اور قابل فخر کردار رہا ہے اس لئے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں ان کی بڑی قدر منزلت ہے، اور وہ ان کی بقا اور تعمیر وترقی کے لئے الحمدللہ ایک آواز ہیں مگر بدلتے ہوئے حالات فکر مندی کا باعث بھی ہیں، لیکن ان کے متعلق تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے یہاں ہم صرف یہی عرض کرنا چاہیں گے کہ رمضان کے مبارک مہینے میں ان مدارس ومکاتب کے سفراء اور نمائندگان اپنا گھربار اور مصروفیات ترک کرکے اور سفر میں پیش آنے والی گوناگوں مشقتوں کا سامنا کرتے ہوئے ہمارے آپ کے پاس مدارس کا نظام چلانے اور انہیں باقی رکھنے کے لئے وہ صدقات وزکاۃ اور عطیات وصول کرنے آتے ہیں جن کے متعلق ہماری ذمہ داری تھی کہ ہم خود وہ رقمیں ان کے اداروں تک پہنچادیتے مگر جبکہ ہم ایسا نہیں کرسکے تو کم ازکم ان کا حسن استقبال تو کریں اور جس قدر نرمی، محبت اور آسانی کے ساتھ اپنا تعاون ان کے حوالے کرسکیں کردیں، تاکہ صدقے کے ساتھ حسن تعاون اور حسن اخلاق کا ثواب بھی ہمیں مل سکے، ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافروں کو سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے، اس لئے اگر کوئی سفیر اس رخصت کا ستعمال کرتے ہوئے روزہ نہ رکھے تو اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ کسی سفیر کو حتی الامکان اذیت نہ پہنچائیں نہ جھڑکیں کیونکہ احسان جتانے یا اذیت پہنچانے سے صدقہ کا ثواب باطل ہوجاتا ہے۔ ممکن ہے دوچار فیصد غلط لوگ بھی موقع کا فائدے اٹھانے کے لئے آپ کے پاس آجاتے ہوں مگر ان کی وجہ سے سب کے ساتھ بدگمانی قطعی غیر مناسب ہے۔ ان میں سے اکثریت قوم وملت کی محسن ہے، اور اپنے محسنوں کے ساتھ غلط سلوک زوال آمادہ قوموں کی نشانی ہوتی ہے۔ اللہ آپ کی نیکیوں اور صدقات کو قبول فرمائے۔

اپنے ان بھائیوں کو بھی فراموش نہ کریں

اس وقت عالم اسلام میں مظلوموں اور درماندہ لوگوں کی کثرت ہے، کسی بھی امت کے حالات اس وقت تک نہیں بدلتے جب تک وہ خود کو نہ بدل دیں، مصیبتیں یقینا ہمارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہیں اور گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ مگر اسلام نے یہ سکھایا ہے کہ ایک مسلمان ہر حال میں دوسرے مسلمان کا خیر خواہ ہوتا ہے اور اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے، اس کے لئے دعائیں کرتا ہے اور جس طرح بھی ممکن ہوتا ہے اس کا تعاون کرتا ہے۔ لہٰذا کم ازکم ہمیں اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے دعا میں بخیلی ہرگز نہیں کرنی چاہئے اور اوقات قبولیت میں انہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ عالم اسلام کے مظلوم وبے کس مسلمانوں کی مدد فرمائے اور ان کے ظالموں کو جلد ازجلد کیفر کردار تک پہنچائے اور مسلمانوں کو ان کے عزت کے سرچشمے قرآن وسنت اور منہج سلف کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنے ملک کے لئے

اور اپنے ملک کے امن وامان، خوش حالی اور حاکموں کی رعایا نوازی اور عدل پروری کی بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو امن وامان اور خوش حالی وبرکت سے مالا مال رکھے اور یہاں کی جنتا اور حکومت کو نیک توفیق دے اور انہیں ظلم سے دور رکھے۔

ملک کو بارش کی قلت کا بھی سامنا ہے، اس لئے باران رحمت کی بھی دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صیام وقیام اور ہر طرح کے خیر کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نیکیوں کو شرف قبولیت سے نواز دے۔ ❖

احکام و مسائل

زکاۃ

محمد مقیم فیضی

زکاۃ کی تعریف:

لغوی معنی: بڑھنا اور زیادہ ہونا۔ جب کھیتی کی نشوونما ہوتی ہے اور وہ اوپر اٹھنے اور بڑھنے لگتی ہے تو کہا جاتا ہے: **نما الزرع** کھیتی بڑھ گئی۔

شرعی معنی: شرعی اعتبار سے زکاۃ مال میں ایک مخصوص گروہ کا حق ہے جو مخصوص شرطوں کے ساتھ واجب ہوجاتا ہے جب وہ مال متعینہ نصاب کو پہنچ جائے۔ اور یہ زکاۃ بندے کی پاکی اور اس کے نفس کے تزکیہ وطہارت کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا)(التوبۃ:۱۰۳)

آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں۔ اور یہ زکاۃ مسلم معاشرے میں الفت ومحبت اور باہمی تعاون اور امداد کو فروغ دینے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

زکاۃ کا حکم مع دلیل:

زکاۃ اسلام کے فرائض میں سے ایک فریضہ اور اسلام کے پانچوں ارکان میں سے ایک رکن ہے، اور نماز کے بعد سب سے اہم رکن ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ)(البقرۃ:۴۳)

نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے... اور زکاۃ ادا کرنا...''۔ (متفق علیہ، بخاری:۹، مسلم:۱۶، بواسطہ عبداللہ بن عمر) اس کے علاوہ دیگر بہت سے دلائل ہیں۔

ساری دنیا کے مسلمان اس کے وجوب پر متفق ہیں اور صحابہ نے زکاۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے ساتھ قتال پر اتفاق کیا تھا۔ اس طرح اس کی فرضیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

منکر زکاۃ کا حکم:

اگر کوئی ایسا شخص جو نومسلم یا خالص غیر اسلامی ماحول کا پروردہ مسلمان نہ ہو بلکہ اس کی نشوونما مسلمانوں کے درمیان ہوئی ہو اور زکاۃ کے وجوب کا انکار کرے تو وہ مرتد ہے اور اس پر ارتداد کے احکام جاری ہوں گے اور دارالاسلام اور خلافت اسلامیہ میں اس سے تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر توبہ کرلے تو بہتر ورنہ اس کی سزا قتل ہے کیونکہ ایسا شخص قرآن وسنت کی تکذیب اور اپنے کفر کی وجہ سے ہی ایسی حرکت کرسکتا ہے۔

بخیلی کی وجہ سے زکاۃ نہ دینے والے کا حکم:

جو شخص زکاۃ کے وجوب کا قائل ہونے کے باوجود زکاۃ ادا نہیں کرتا ہے، اس سے اسلامی حکومت میں بالجبر زکاۃ وصول کی جائے گی، اور اگر نوبت جنگ کی آجائے تو اس سے جنگ بھی کی جائے گی، مگر وہ وجوب کا قائل ہونے کے بعد ادائیگی نہ کرنے سے کافر نہیں ہوگا بلکہ گنہگار رہوگا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مانع

زکاۃ کے متعلق فرمایا کہ: "**ثم یری سبیله إما إلی الجنة وإما إلی النار**" (مسلم: ۹۸۷) پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا یا تو جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ اور اگر وہ کافر ہوتا تو جنت کی طرف راستہ دیکھنے کی بات ہی نہ کی جاتی، ایسے شخص سے زبردستی زکاۃ وصول کر لی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوۡا سَبِیۡلَہُمۡ) (التوبۃ: ۵) ہاں اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکاۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**امرت أن أقاتل الناس حتی ... ویؤتوا الزکاۃ...**" مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں... (بخاری: ۲۹۴۶۔ مسلم: ۲۱)

وہ اموال جن میں زکاۃ واجب ہوتی ہے:

زکاۃ پانچ قسم کے اموال میں واجب ہوتی ہے:

(۱) **بھیمۃ الانعام:** اس سے مراد اونٹ، گائے، اور بھیڑ بکریاں ہیں اور بھینس بھی انہیں میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مامن صاحب ابل ولا بقر ولا غنم...**" (مسلم: ۹۸۷) جو بھی اونٹ، گائے اور بکریوں والا ان کی زکاۃ نہیں دیتا تو یہ چیزیں قیامت کے دن پہلے سے بڑی اور موٹی ہو کر آئیں گی اور اسے اپنی سینگوں سے ماریں گی اور پیروں سے روندیں گی، جب آخری اختتام کو پہنچی گی تو پہلی پھر واپس آجائے گی اور یہ سلسلہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک چلتا رہے گا۔

(۲) **دونوں نقود:** سونا اور چاندی۔ اور ان کے قائم مقام کاغذی نوٹ بھی جو آجکل رائج ہیں انہیں کے حکم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَالَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّہَبَ وَالۡفِضَّۃَ وَلَا یُنۡفِقُوۡنَہَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ) (التوبۃ: ۳۴)

اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجئے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**مامن صاحب ذھب ولا فضة...**" (مسلم: ۹۸۷) جو بھی سونے چاندی والا اس کا حق ادا نہیں کرتا اس کے لئے قیامت کے دن (سونے چاندی کے پتروں سے) آگ کی چادریں بنائی جائیں گی اور انہیں جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور ان سے اس کے پہلو، پیشانی اور پشت کو داغ دیا جائے گا، اور جب جب وہ ٹھنڈی پڑیں گی پھر سے اس کے لئے انہیں گرم کیا جائے گا، یہ کام ایک ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

(۳) **عروض تجارت (مال تجارت):** اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نفع کی غرض سے خرید و فروخت کے لئے تیار کی گئی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبۡتُمۡ) (البقرۃ: ۲۶۷) اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔

اکثر اہل علم نے بیان کیا ہے کہ اس آیت سے مراد اموال تجارت کی زکاۃ ہے۔

(۴) **غلوں اور پھلوں کی زکاۃ:** غلے سے مراد ہر وہ دانہ ہے جو جو یا گیہوں وغیرہ میں سے بطور خوراک استعمال کیا جاتا ہے اور پھلوں سے مراد کھجور اور کشمش ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَمِمَّاۤ اَخۡرَجۡنَا لَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ) (البقرۃ: ۲۶۷)

اور اس میں سے خرچ کرو جو کچھ ہم نے تمہارے لئے زمین سے

نکالا ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ (الانعام:۱۴۱) اورکھیتی کاٹنے کے دن اس کا حق ادا کردو۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر، وفيما سقي بالنضح نصف العشر**" (بخاری: ۱۴۸۳، مسلم: ۱۷۱۰) جو آسمانی بارش اور چشموں سے سینچی گئی ہو یا عثری ہو (یعنی کسی تالاب پر واقع ہو اور نالیوں کے ذریعہ بارش کا پانی وہاں پہنچ جاتا ہو یا ندی وغیرہ کے قریب ہو اور اس کی جڑیں خود ہی پانی جذب کرکے سیراب ہوجاتی ہوں) تو اس میں عشر (دسواں حصہ) ہے، اور جس کی سینچائی اونٹ (یا جانوروں) کے ذریعہ ہوتی ہو اس میں نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) ہے۔

(۵) **معدنیات اور دفینے:** معدنیات زمین سے نکلنے والی ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی انسانی عمل دخل کے بغیر خود ہی وہاں پیدا ہوتی ہے اور اس کی کوئی قیمت ہوتی ہے، جیسے سونا، چاندی اور تانبہ وغیرہ۔

اور دفینے وہ ہوتے ہیں جو جاہلیت کے زمانے میں زمین میں دفن کردیئے گئے تھے یا سابق میں گڑا ہوا کوئی بھی مجہول خزانہ ہو وہ دفینوں میں شامل ہے۔ اور معدنیات اور دفینوں میں زکاۃ کا وجوب اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ﴾ (البقرۃ: ۲۶۷) کے عموم سے ثابت ہے۔

اور امام قرطبی اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد نباتات، معادن اور دفینے ہیں۔ اس کی ایک دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ: "**وفي الركاز الخمس**" (بخاری: ۱۴۹۹، مسلم: ۱۷۱۰، از حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) دفینے میں خمس (پانچواں حصہ) ہے۔

وجوب زکاۃ کی حکمت:

زکاۃ بڑی بلند حکمتوں اور شریف ترین اغراض ومقاصد کے تحت مشروع کی گئی ہے اور وہ مقاصد بے شمار ہیں، مثلاً:

(۱) مال کی پاکی، اس کی نشوونما، اور اس میں برکت کا داخل ہونا، اور اس کے شر و وبا کا خاتمہ اور آفات وفساد سے حفاظت۔

(۲) زکاۃ دینے والے کو لالچ، بخیلی، گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا اور اسے اللہ کی راہ میں دینے اور خرچ کرنے کی تربیت دینا۔

(۳) فقیروں کی دلجوئی وہمدردی اور مصیبت زدہ، ناداروں اور محروموں کی حاجت براری اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل۔

(۴) معاشرے کے افراد کے درمیان امداد باہمی، تعاون اور الفت ومحبت کا حصول، جب کوئی مالدار شخص اپنے کسی غریب بھائی کو زکاۃ دیتا ہے تو اس کے خلاف اس کے دل میں جو ممکنہ کینہ اور حسد ہوسکتا ہے، اور ان کی وجہ سے اس کی نعمتوں کے خاتمہ کی جو تمنا وہ رکھ سکتا ہے ان کا خاتمہ ہوجاتا ہے، اس طرح کینے دور ہوتے ہیں اور معاشرے میں امن قائم ہوجاتا ہے۔

(۵) زکاۃ کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ کا اس کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا ہوتا ہے، اور اس کے حکم کی بجا آوری کے ذریعہ اس کی اطاعت ہوتی ہے۔

(۶) زکاۃ دینے والے کے ایمان کی سچائی کی دلیل ہے، کیونکہ محبوب مال اسی کے لئے نکالا جاتا ہے جس کی محبت اس مال سے زیادہ ہوتی ہے، اور اسے صدقہ بھی اسی لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ

زکاۃ دینے والے کی طرف سے محبت الٰہی اور رضائے الٰہی کے صدق طلب کی دلیل ہے۔

(۷) وہ رضائے الٰہی، نزول خیر وبرکت، گناہوں کے مٹانے کا سبب ہے اور اس کے دیگر بھی بہت سے فوائد ہیں۔

زکاۃ کس پر واجب ہوتی ہے؟ (اس کے وجوب کی شرطیں):

زکاۃ اس پر واجب ہوتی ہے جس میں حسب ذیل شرطیں پائی جاتی ہوں:

(۱) **اسلام:** کیونکہ کافر پر زکاۃ واجب نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مالی عبادت ہے جس کے ذریعہ ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے، اور اسلام میں داخل ہوئے بغیر کافر کی کوئی عبادت مقبول نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ)(التوبۃ:۵۴) کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

اور جب وہ قبول ہی نہیں ہوتی تو ان پر اس کے لازم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(۲) **حریت:** غلام اور مُکاتَب پر زکاۃ نہیں واجب ہوتی، کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے، وہ خود اور اس کا سارا مال اس کے آقا کا ہوتا ہے اس لئے زکاۃ اس کے آقا ہی پر واجب ہوتی ہے، اور مکاتب کی ملکیت بھی ضعیف ہوتی ہے۔

(۳) کامل نصاب کا مالک ہونا جو مستقر بھی ہو، (اور مستقر کا مطلب یہ ہے کہ وہ مال تباہی سے دوچار ہو نہ قابو سے باہر ہو ورنہ اس پر زکاۃ نہیں ہے)۔ اور وہ حاجات ضروریہ مثلاً کھانے پینے اور رہائش وغیرہ سے جن سے آدمی بے نیاز نہیں ہوسکتا فاضل ہو، کیونکہ فقیر کی ہمدردی لازم ہے، اس لئے واجب ٹھہرا کہ اس نصاب کی ملکیت کا اعتبار کیا جائے جس کے ذریعہ معتبر غنا (تونگری) حاصل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ليس فيما دون خمسة اوسق صدقه..." (بخاری ۱۴۴۷، مسلم:۹۷۹)

پانچ وسق سے کم (غلے) میں صدقہ نہیں ہے، اور پانچ اونٹوں سے کم میں صدقہ (یعنی زکاۃ) نہیں ہے، اور پانچ اوقیے (چاندی) سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔

(۴) مال پر حولان حول (یعنی سال کا گزر جانا):

مطلب یہ ہے کہ مال پر زکاۃ اس وقت واجب ہوگی جب نصاب تک پہنچنے کے بعد وہ سال بھر مالک کی تحویل اور ملکیت میں رہے اور اس پر بارہ قمری مہینے گزر جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"لا زكاة فى مال حتى يحول عليه الحول"** (رواہ ابن ماجۃ وغیرہ، البانی نے صحیح کہا ہے، دیکھئے: ارواء الغلیل: ۳/۲۵۱، نمبر ۷۸۷)۔ کسی مال پر اس وقت تک زکاۃ نہیں جب تک اس پر سال نہ گزر جائے۔

یہ شرط بہیمۃ الانعام (مویشیوں)، دونوں نقدیوں اور عروض تجارت کے ساتھ خاص ہے، اور کھیتیوں، پھلوں، معدنیات اور دفینوں کے لئے سال گزرنے کی شرط نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ)(الانعام:۱۴۱) اس کی کٹائی کے دن اس کا حق دے دو، اور چونکہ معدنیات اور دفینے زمین سے حاصل کئے ہوئے مال ہیں اس لئے ان کی زکاۃ کے واجب ہونے میں بھی کھیتیوں اور پھلوں کی طرح سال گزرنے کا

اعتبار نہیں ہے۔

زکاۃ کی قسمیں:

زکاۃ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) زکاۃ اموال: جن کا تعلق مال سے ہوتا ہے۔

(۲) زکاۃ ابدان: جن کا تعلق بدن سے ہوتا ہے، اور یہ صدقۂ فطر ہے۔

قرض میں دئے ہوئے مال کی زکاۃ:

اگر قرض کسی تنگ دست کو دیا گیا ہو تو قرض دینے والا اسی ایک سال کی زکاۃ ادا کرے گا جب وہ مال اسے واپس ملا ہوگا۔ اور اگر وہ کسی مالدار اور قادر شخص کو دیا گیا ہو تو قرض دینے والا ہر سال کی زکاۃ ادا کرے گا کیونکہ وہ اسی کے پاس موجود مال کے حکم میں ہے۔

سونے چاندی کا نصاب اور ادائیگی کی مقدار:

سونے کا نصاب ۲۰ رمثقال یعنی بیس دینار ہے، اور چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ یعنی دوسو درہم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب الصدقہ میں فرمایا: "**وفي الرقة كل مائتي درهم ربع العشر**" (بخاری: ۱۴۵۴؍از حدیث انس) چاندی میں ہر دوسو درہم میں ربع عشر (یعنی دسویں حصے کا چوتھائی) ہے۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: "**... ليس عليک شي -يعنى فى الذهب- حتى يكون لک عشرون دينارا...**" (ابوداؤد: ۱۵۷۳ عن علی باسناد حسن أو صحيح كما قال الامام النووی)۔ تم پر کچھ نہیں ہے -یعنی سونے پر- یہاں تک کہ تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے، پھر جب تمہارے پاس بیس دینار ہو جائے اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں نصف مثقال ہے۔ (دیکھئے: **الفقه الميسر فى ضوء الكتاب والسنة مطبوعه مجمع الملک فهد**)

سونے کا وزن: جب آپ کے پاس موجود سونے کا وزن ۸۵ رگرام ہو جائے یا اس سے زائد ہو جائے تو مذکورہ شروط کے ساتھ اس پر زکاۃ واجب ہو جاتی ہے۔ اور اس کی ادائیگی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کی مالیت نکال کر (2.5) ڈھائی فیصد زکاۃ نکال دیں اور اس کی سہل ترکیب یہ ہے کہ پورے مال کو چالیس سے تقسیم کر دیں جو حاصل نکلے بس اتنی زکاۃ ادا کرنا لازم ہے۔

مثال: آپ کے پاس 280,000 روپے ہیں آپ اسے 40 سے تقسیم کرتے ہیں تو حاصل 7,000 روپے نکلتے ہیں۔ اور یہی سات ہزار روپے آپ کو زکاۃ میں ادا کرنے ہوں گے۔

چاندی کا وزن: چاندی کا وزن 595 گرام ہے اور اس میں بھی واجب ڈھائی فیصد ہی ہے اور اس میں بھی جملہ مالیت کو چالیس سے تقسیم کر دیں اور جو حاصل نکلے وہی زکاۃ میں ادا کر دیں۔

کاغذی نوٹوں کی زکاۃ:

آجکل جو کاغذی نقود روپے، ریال، ڈالر، درہم اور دینار وغیرہ پائے جاتے ہیں وہ سونے یا چاندی کے قائم مقام ہوتے ہیں اور اس میں نصاب تک پہنچنے کے بعد زکاۃ کے واجب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ بدل کا حکم بھی وہی ہوتا ہے جو مبدل کا ہوتا ہے۔ البتہ یہ مسئلہ علماء کے نزدیک مختلف فیہ ہے کہ کاغذی نوٹوں میں سونے کے نصاب کا اعتبار کیا جائے گا یا چاندی کے نصاب کا۔

کچھ لوگوں کی رائے کے مطابق اعتبار سونے کا ہوگا: کیونکہ سونا عام طور پر ایک ثابت قیمت ہے۔ اس لئے اگر

کسی شخص کے پاس موجودہ مال 85 گرام سونے کی قیمت تک پہنچ جائے تو وہ اس کی زکاۃ ادا کرے گا۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ نصاب میں چاندی معتبر ہے: کیونکہ چاندی کے نصاب پر اجماع ہے اور وہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔

لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس موجود مال کی قیمت 595 گرام چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتی ہے تو اس پر زکاۃ واجب ہو جائے گی۔

بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ فقراء کی مصلحت کا خیال کرتے ہوئے دونوں میں سے جوان کے لئے مفید ہو اسی کا اعتبار کر لیا جائے، شیخ ابن باز رحمہ اللہ کے نزدیک اعتبار دونوں میں سے ادنی کا ہوگا، (جو عام طور پر آجکل چاندی ہی ہوتی ہے) (دیکھئے مجموع فتاوی ابن باز، ج: ۱۴/ نصاب العملة الورقية)

فائدہ: سونے چاندی پر زکاۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب وہ نصاب کو پہنچ جائیں، اور اگر سونے چاندی میں تانبہ یا ہیرے جواہرات وغیرہ کی آمیزش اور ملاوٹ ہو تو ان سے نصاب کی تکمیل نہیں ہوگی، خواہ دھوکے کی وجہ سے سونے میں کھوٹ ہو یا جان بوجھ کر اس میں کوئی چیز ملائی گئی ہو، جب تک سونا خالص اور ہر ملاوٹ سے پاک ہو کر مقررہ مقدار تک نہیں پہنچتا نصاب کی تکمیل نہیں ہوگی، اس بنیاد پر لوگوں کے ہاتھ میں جو سونا موجود ہے اس کی حیثیت عیار (کریٹ) کے حساب سے مختلف ہوتی ہے، خالص سونا وہ ہے جس کا عیار (24) کریٹ ہوتا ہے، اور جو اپنے عیار کے اعتبار سے اس سے کم تر ہو وہ مخلوط ہوتا ہے اور جتنا اس کا عیار کم ہوگا اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس میں اتنی ہی کسی چیز کی ملاوٹ ہے، اور اس اضافی مواد کا نصاب کی تکمیل میں اعتبار نہیں ہوگا، لہٰذا اپنے عیار کے مختلف ہونے کے پیش نظر اس کے نصاب میں حسب ذیل حسابی عمل کا اعتبار کیا جائے گا:

(۱) جس کا عیار (24) کریٹ ہوگا تو 85x24÷24 کے اعتبار سے نصاب =85 گرام ہوگا۔

(۲) (۲۱) کریت کا 85x24÷21 کے اعتبار سے نصاب 97.14 گرام ہوگا۔

(۳) (۱۸) کریٹ کا 85x24÷18 کے اعتبار سے نصاب 113.33 گرام ہوگا۔

(۴) (۱۶) کریٹ کا 85x24÷16=127.5 گرام ہوگا۔

اسی طرح سابقہ حسابی طریقے کے مطابق جتنا عیار مختلف ہوگا اتنا ہی اس کا اعتبار بھی ہوگا۔ (دیکھئے: شیخ ڈاکٹر صبیحی کی کتاب ''زکاۃ الحلی''، ص: ۲۴-۲۵)

کیا زکاۃ کے لئے سونے اور چاندی کو ایک دوسرے میں ضم کیا جائے گا؟

راجح قول کی بنیاد پر نصاب کی تکمیل کے لئے سونے اور چاندی کو ایک دوسرے کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ دونوں مختلف جنس ہیں، جس طرح اونٹ اور گائے کو اور جو اور گیہوں کو ایک دوسرے میں ملایا نہیں جاتا ہے حالانکہ ان کا مقصود ایک ہی ہوتا ہے اور وہ ہے اونٹ اور گائے میں افزائش اور جو اور گیہوں میں خوراک کا کام دینا، اور اس لئے بھی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''پانچ اوقیے سے کم (چاندی) میں صدقہ نہیں ہے''۔

اور اگر دونوں کو نصاب کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے میں ضم کر دینے کا حکم دیا جائے تو پانچ اوقیے سے کم چاندی میں زکاۃ واجب ہو جائیگی اگر اس کے پاس نصاب کی تکمیل کے

لئے سونا موجود ہو، حالانکہ یہ حدیث عام ہے ہر اس شخص کے لئے جس کے پاس سونے سے چاندی کے نصاب کی تکمیل کی استطاعت ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس دس دینار سونا اور سو درہم چاندی ہو تو اس پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی۔ کیونکہ سونے کی زکاۃ الگ دی جاتی ہے اور چاندی کی الگ۔

زیورات کی زکاۃ: جو زیورات ذخیرہ اندوزی یا کرائے پر دینے کے لئے یا حرام استعمال کے لئے تیار کئے گئے ہوں ان پر زکاۃ کے واجب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، حرام استعمال کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی مرد اپنے پہننے کے لئے سونے کی انگوٹھی بنوائے یا کوئی عورت کسی حیوان کی شکل میں اپنا زیور بنوائے یا کوئی ایسا زیور ہو جس میں کسی حیوان کی صورت پائی جاتی ہو۔ اب رہی بات اس زیور کی جو جائز استعمال کے لئے یا عاریت پر دینے کے لئے بنایا گیا ہو تو صحیح بات یہی ہے کہ اس میں زکاۃ واجب ہے، اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) سونے چاندی میں وجوب زکاۃ کے متعلق وارد نصوص کا عموم، اور یہ عموم زیورات وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

(۲) اہل سنن نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے واسطے سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت اپنی بیٹی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس کی بیٹی کے ہاتھوں میں دو موٹے موٹے سونے کے کنگن تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ تو اس نے کہا نہیں، تب آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند آئے گی کہ ان کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟ لہٰذا اس نے ان دونوں کو اتار کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا۔ (ابوداؤد: ۱۵۶۳/نسائی: ۵/۳۸، بیہقی: ۴/۱۴۰، البانی نے صحیح الترمذی میں: ۵۱۸ نمبر کے تحت اسے حسن قرار دیا ہے)۔ یہ حدیث اس مسئلے میں نص ہے اور صحیح وغیرہ میں اس کی شاہد بھی ہے۔

(۳) اسی قول میں زیادہ احتیاط ہے اور اس کی وجہ سے آدمی پورے طور پر بری الزمہ ہو جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**دع ما يريبك إلى ما لا يريبك**" جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر ایسا کام کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

عروض تجارت میں زکاۃ:

عروض جمع ہے، عرض کی اور عرض ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے کسی مسلمان نے تجارت کے لئے تیار کر رکھا ہو خواہ وہ کسی بھی صنف سے تعلق رکھتی ہو اور یہ اموال زکاۃ میں سب سے عام اور شامل ہوتا ہے اور اسے عروض اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مستقر نہیں ہوتا (یعنی آدمی کے پاس ثابت نہیں رہتا ہے) بلکہ عارضی طور پر آتا ہے پھر چلا جاتا ہے، کیونکہ تاجر بعینہ اس سامان کا خواہاں نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کا مقصد اس کا نفع ہوتا ہے جو وہ دونوں نقود کی شکل میں چاہتا ہے۔ اور اس میں زکاۃ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے عموم کی وجہ سے ثابت ہے کہ: (وَفِيٓ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ) (الذاریات: ۱۹) اور ان کے مال میں مانگنے والوں کا اور سوال سے بچنے والوں کا حق تھا۔ اسی طرح اس آیت کا عموم بھی اس پر دال ہے کہ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ) (البقرۃ: ۲۶۷) اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء پر خرچ کر دیا جائے گا۔ (بخاری: ۱۳۹۵، مسلم: ۱۹)۔ اور اس

میں کوئی شک نہیں کہ عروض تجارت بھی مال ہی ہیں۔

عروض تجارت میں وجوب زکاۃ کی شرطیں:

(۱) اپنے فعل یا قبول ہدیہ سے اس کا مالک ہوا ہو۔ اور اس میں وراثت وغیرہ کا مال داخل نہیں ہوتا جن میں آدمی کا اپنا اختیار نہیں ہوتا ہے۔

(۲) وہ تجارت کی نیت سے اس مال کا مالک بنا ہو۔

(۳) شروع میں ذکر کی ہوئی سابقہ پانچ شرطوں کے ساتھ اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے تو اس میں ربع عشر واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا جب اس پر سال گزر جائے تو دونوں نقود سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے ساتھ اس کا اندازہ کرلیا جائے کہ اس کے اعتبار سے نصاب کو پہنچ گیا ہے اور اس کی قیمت اتنی اتنی ہے۔ اور اندازہ کرتے وقت سامان کی خریداری والی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ قیمتیں بڑھتی گھٹتی رہتی ہیں، اس لئے اعتبار سال گزرنے کے بعد کی قیمت کا ہوگا۔

مستحقین زکاۃ:

زکاۃ لینے کے حقدار آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں متعین اور محصور فرمادیا ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبۃ:۶۰)

صدقات (زکاۃ وخیرات) صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے اور ان کو وصول کرنے والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی مقصود ہوتی ہے اور گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہ رو مسافروں کے لئے فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب علم وحکمت والا ہے۔

مذکورہ اصناف کی وضاحت:

(۱) **فقراء:** جمع ہے فقیر کی اور فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جن کی پرورش اور نان نفقہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے ضرورتیں پوری کرنے کے اسباب مہیا نہ ہوں، اور وہ اشیائے ضروریہ کھانا پینا، کپڑا، اور رہائش وغیرہ ہیں، اس کے پاس ان میں سے کسی کا انتظام نہ ہو یا آدھے کا انتظام ہو اور آدھا نہ ہو تو ایسے شخص کو اتنی زکاۃ دی جاسکتی ہے جو اس کی سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوجائے۔

(۲) **مساکین:** جمع ہے مسکین کی اور مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس ضرورت کا نصف یا اس سے کچھ زیادہ موجود ہو، مثلاً وہ شخص جس کی ضرورت دوسو روپے میں پوری ہوتی ہو مگر اس کے پاس سو ہی روپے موجود ہوں، ایسے شخص کو بھی اتنی زکاۃ دی جائے گی جتنی اس کی سال بھر کی ضرورت کے لئے کافی ہوجائے۔

(۳) **العاملون علیھا: (زکاۃ کے لئے کام کرنے والے):**
عاملون جمع ہے عامل کی اور عامل وہ ہوتا ہے جسے امام (امیر) زکاۃ کی وصولی کے لئے بھیجتا ہے اور اسے اتنا دیتا ہے جو اس کے آنے جانے کی مدت کے لئے کافی ہوجاتی ہے، اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ خود کو اس کام کے لئے فارغ کردیتا ہے، اور عاملون میں اس کی وصولی کرنے والے، اس کی کتابت (منشی یا کلرکی) کا کام کرنے والے، اس کے محافظ اور حقداروں میں اس کی تقسیم کا کام کرنے والے سب شامل ہیں۔

(۴) **المؤلفۃ قلوبھم (جن کی تالیف قلب مقصود ہو):** یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنے کے لئے زکاۃ دی جاتی ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں، یا اگر نومسلم اور

کمزور ایمان والے ہوں تو ان کے ایمان میں ثبات پیدا کرنے کے لئے ان کو زکاۃ دی جاتی ہے تاکہ وہ عبادت کرنے والے پختہ مسلمان بن جائیں یا ان کے قرابتداروں کو اسلام سے مانوس کرنا مقصود ہو، یا ان سے کوئی مدد لینی ہو، یا ان کی اذیتوں سے محفوظ رہنا مقصود ہو تو بھی انہیں زکاۃ دی جاتی ہے۔

(۵) رقاب (گردن آزاد کرانے) میں: رقاب رقبۃ کی جمع ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ کسی مسلم غلام یا لونڈی کو زکاۃ کے مال سے خرید کر آزاد کر دیا جائے، یا کوئی مکاتب ہو (یعنی اپنے مالک سے متعینہ قیمت پر اپنی آزادی کا اتفاق کر چکا ہو) تو اس رقم کی ادائیگی کے لئے اسے زکاۃ دی جائے تاکہ وہ آزاد ہو جائے اور اس کے تصرفات نافذ اور درست ہو جائیں اور وہ معاشرے کا ایک نفع بخش رکن بن جائے، اور کامل طور پر اللہ کی عبادت کا فریضہ انجام دے سکے، اسی طرح مسلم قیدی کو بھی دشمنوں کی قید سے آزاد کرانے کے لئے زکاۃ کی رقم دی جائے گی۔

(۶) غارمون (قرضدار): یہ غارم کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کی نافرمانی کے سوا کسی ضرورت کے لئے قرض لے لیتا ہے، اب وہ کسی جائز کام کے لئے خواہ اپنی ضرورت کے تحت قرض لے یا دوسرے کے لئے باہمی صلح صفائی اور معاملات کا تصفیہ کرانے میں قرضدار ہو جائے۔ ایسے شخص کو اتنی زکاۃ دی جائے گی جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے۔ اور لوگوں کے درمیان اصلاح کے لئے قرض لینے والا اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو اسے زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

(۷) فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں): اس سے مراد اللہ کی راہ میں غزوہ کرنے والے وہ رضا کار مجاہد ہیں جن کی بیت المال سے کوئی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو زکاۃ دی جائے گی، خواہ وہ مالدار ہوں یا نادار وفقیر ہوں، اور عام طور پر یہ کام اسلامی حکومتوں کا ہوتا ہے۔ اور حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے اور اس کی دلیل مسند احمد کی وہ روایت ہے جس میں آیا ہے کہ: "**الحج والعمرة من في سبيل الله**" حج وعمرہ فی سبیل اللہ میں سے ہیں، علامہ البانی نے حدیث کو عمرہ کے ذکر کے بغیر صحیح قرار دیا ہے اور عمرہ کے لفظ کو شاذ بتایا ہے۔ (دیکھئے ارواء الغلیل نمبر:۸۶۹)

لہٰذا حج کرنے والے کی مدد بھی زکاۃ کے مال سے کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح بعض علماء کے نزدیک تبلیغ ودعوت بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے، کیونکہ اس سے بھی مقصد جہاد کی طرح اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ اور بیشتر علماء کے نزدیک طالب علم بھی فی سبیل اللہ کے تحت مصارف زکاۃ میں داخل ہے۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اہل علم نے کہا کہ فی سبیل اللہ میں وہ شخص بھی داخل ہے جو علم شرعی کی تحصیل کے لئے فارغ ہو جاتا ہے، لہٰذا اسے بھی اس کے اخراجات کے لئے اور کھانے، پینے، پہننے اور رہائش کے لئے اور جن کتابوں کی اسے ضرورت ہو اس کی خریداری کے لئے مال زکاۃ میں سے دیا جائے گا، کیونکہ علم شرعی بھی جہاد فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے، بلکہ امام احمد رحمہ اللہ نے تو فرمایا ہے کہ: "جس شخص کی نیت درست ہو اس کے لئے علم کے برابر کوئی چیز نہیں ہے"۔ کیونکہ علم ہی تو پوری شریعت کی بنیاد ہے اور علم کے بغیر کوئی شریعت نہیں ہے، اور اللہ سبحانہ نے کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ لوگ عدل قائم کریں، اور اپنی شریعت کے احکام اور عقیدہ اور قول وعمل کی ہر لازمی بات سیکھ لیں۔

اور بیشک جہاد فی سبیل اللہ سب سے اشرف عمل ہے، بلکہ اسلام کے کوہان کی بلندی ہے، اور اس کی فضیلت ہر شبہ سے بالاتر

ہے،مگر اسلام میں علم کی شان بہت بڑی ہے،اس لئے اس کا جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہونا واضح ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے''۔اھ(مجموع فتاوی ابن عثیمین:۷/۳۳۸/۳۳)

اور لجنۃ دائمہ (دائمہ کمیٹی) کے فتاوی (۱۷/۱۰) میں ایک سوال یہ وارد ہوا ہے کہ:''کیا سخت ضرورتمند طالب علموں کو زکاۃ دینا جائز ہے؟ تو کمیٹی نے جواب دیا کہ:''ہاں،ضرورتمند ہونے کی صورت میں انہیں زکاۃ دینا جائز ہے''۔

اور''**الموسوعة الفقهية**''(فقہی انسائیکلو پیڈیا) میں لکھا ہے کہ:''طالب علم کو زکاۃ دینے کے جواز پر فقہاء کا اتفاق ہے، اور احناف،شوافع اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے،اور مالکی مسلک سے بھی یہی بات سمجھ میں آتی ہے...اور کچھ احناف کی رائے تو یہ ہے کہ طالب علم اگر علمی افادہ واستفادہ کے لئے فارغ ہوگیا ہے تو اس کے مالدار ہونے کی صورت میں بھی اس کے لئے زکاۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ کمانے سے عاجز ہے۔اور امام نووی نے فرمایا:اگر چہ وہ اپنی حالت کے مطابق کمانے پر قادر ہو مگر وہ بعض شرعی علوم کی تحصیل میں اس طرح مشغول ہوگیا ہے کہ اگر وہ کمائی پر توجہ دے گا تو علم کی تحصیل رک جائے گی لہٰذا ایسی صورت میں اس کے لئے زکاۃ حلال ہوجاتی ہے، کیونکہ علم کی تحصیل فرض کفایہ ہے...

اور امام ابن تیمیہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس کے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں جن سے وہ ایسی کتابیں خرید سکے جن سے وہ استفادہ کرے تو انھوں نے فرمایا:اس کے لئے مال زکاۃ سے وہ علمی کتابیں حاصل کر لینا جائز ہے جن کی اسے اپنی دینی اور دنیاوی مصلحت کے لئے حاجت ہے۔

بھوتی فرماتے ہیں: شاید یہ (آٹھوں) اصناف سے خارج نہیں ہے، کیونکہ وہ (یعنی کتابیں) طالب علم کی جملہ ضرورتوں میں شامل ہیں اس لئے وہ اس کے اخراجات کی طرح ہیں اور فقہاء نے زکاۃ کے جواز کو فقط علم شرعی کے طلبا کے ساتھ خاص کیا ہے...اور احناف نے طالب علم کے لئے زکاۃ کو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف منتقل کرنے کے جواز کی صراحت کی ہے۔ (**الموسوعة الفقهية**:۲۸/۷/۳۳)

(۸) **ابن السبیل:** اس سے مراد وہ مسافر ہے جو اپنے شہر سے دور ہو اور اسے اپنا سفر جاری رکھنے کے لئے اچانک مال کی ضرورت پیش آجائے اور اسے کوئی قرض دینے والا بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کے لئے زکاۃ لینا جائز ہے اور ایسے آدمی کو زکاۃ دی جاسکتی ہے خواہ وہ اپنے شہر میں مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

ان لوگوں کی تعیین جنھیں زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے:

(۱) تونگر،قوی اور کمانے کی طاقت رکھنے والوں کو زکاۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اس میں کسی مالدار کا یا کمانے والے مضبوط آدمی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ (احمد:۵/۳۶۲،ابوداؤد،نسائی) البتہ عامل اور غارم اگر قوی مالدار اور کمانے والے ہوں تو بھی انہیں اس میں سے دیا جائے گا جیسا کہ گزر چکا اس طرح علم کے لئے فارغ شخص کا بھی معاملہ ہے۔مگر نفلی عبادت کے لئے فارغ کسی شخص کو زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے کیونکہ اس کا نفع اس کی ذات تک محدود ہے اور علم کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(۲) اصول (باپ دادوں اور ماؤں اور دادیوں) فروع (اولاد اور اولاد کی اولاد) اور بیوی کو جن کا نفقہ انسان پر واجب ہوتا ہے زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے۔

(۳) وہ کفار جن کی تالیف مقصود ہو نہ ان سے ملت کو کوئی

مذکورہ فائدہ حاصل ہوتو انہیں زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کا حق ہے۔

(۴) **آل نبی** یعنی بنی ہاشم کے لئے زکاۃ جائز نہیں ہے اس لئے انہیں زکاۃ نہ دی جائے۔

(۵) اوران کے موالی (آزادکردہ غلاموں) کا بھی وہی حکم ہے۔

(۶) غلام کوزکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے کیونکہ وہ اوراس کا مال اس کے آقا کی ملک ہے۔

جو شخص جان بوجھ کرانھیں زکاۃ دے گا وہ گنہگار ہوگا۔

● **کیاان آٹھوں قسموں میں زکاۃ تقسیم کرنالازم ہے؟** اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا لازم نہیں ہے اس میں جس قسم کو بھی زکاۃ دے دے گا اس کی زکاۃ ادا ہوجائے گی۔

● **زکاۃ کوایک شہر سے دوسرے شہراورایک ملک سے دوسرے ملک منتقل کرنا:** اگراس کی ضرورت ہوجائز ہے، اوراگر زکاۃ دینے والے کے قربتدار دوسری جگہ ہیں اوروہ زکاۃ کے مستحق ہیں تو وہاں بھیجنا اس کے لئے اولیٰ ہے کیونکہ اس میں صدقہ اور صلہ رحمی کا دگنا اجر ہے۔

● انسان کے روزمرہ استعمال کی چیزوں برتنوں، کپڑوں، فرنیچروں اورسواریوں وغیرہ میں زکاۃ نہیں ہے، اسی طرح اس کے رہنے والے گھر پر بھی کوئی زکاۃ نہیں ہے، نہ اس کی حرفت اور کاریگری کے آلات اورمشینوں پر کوئی زکاۃ ہے خواہ ان کی قیمت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

● زراعتی زمینوں اوراپنے استعمال کے لئے چھوڑی گئی زمینوں پر زکاۃ نہیں ہے، ہاں اگرزمین کو بیچنے کی نیت سے چھوڑا ہوتو اس پر قاعدے کے مطابق زکاۃ واجب ہوگی۔

● ہیرے، موتی وغیرہ کے زیورات پر اگروہ استعمال کے لئے ہوں تو زکاۃ نہیں ہے، اوراگرفروخت کرنے اورتجارت کی غرض سے رکھے گئے ہوں تو ان پر زکاۃ ہے۔

● **اہل بدعت کوزکاۃ دینے کا حکم:** علامہ ابن عثیمین سے سوال ہوا کہ کیا اہل بدعت کوزکاۃ دینا جائز ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: بدعتیں دو قسم کی ہوتی ہیں:

پہلی قسم بدعت مکفرہ ہے جس کے ذریعہ انسان اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، اور جو شخص ایسی کسی بدعت کا مرتکب ہو اسے زکاۃ دینا جائز نہیں ہے، مثلاً: کوئی انسان یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اگرکوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے گا یا ان سے فریاد کرے گا تو وہ اس کی پکار سنیں گے اوراس کی فریادرسی اور مدد کریں گے، یا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اللہ عزوجل اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے، یا اللہ تعالیٰ کے مخلوق کے اوپر ہونے کی نفی کرتا ہے یا اسی طرح کی بدعتوں کا مرتکب ہے تو ایسے شخص کوزکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے۔

دوسری قسم کی بدعتیں اس سے کمتر ہوتی ہیں جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتی ہیں تو اس کا ارتکاب کرنے والا چونکہ مسلمانوں میں داخل ہے اس لئے اسے زکاۃ دی جاسکتی ہے اگر وہ ان آٹھوں قسموں میں شامل ہو جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ (مجموع الفتاوی:۱۸/۴۳۱)

● اگرسال پورا ہونے سے پہلے ہی کوئی شخص پیشگی زکاۃ دے دے تو اس کی زکاۃ ادا ہوجائے گی۔

زکاۃ کے دیگر بہت سے مسائل اور بہائم (مویشیوں) کے نصاب کی تفصیلات وغیرہ صفحات کی تنگی کی وجہ سے نہیں پیش کی جاسکی ہیں۔ **واللہ الموفق لکل خیر.**

❖ ❖ ❖

ترغیب وترہیب

ماہ رمضان کے فضائل

● ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

ماہ رمضان المبارک کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بڑے عظیم فضائل اور بے پناہ خصوصیات سے آراستہ فرمایا ہے، دراصل یہ امت اسلام کے لئے اللہ کا عظیم الشان انعام اور عطیہ ہے، اور نیکیاں بٹورنے نیز حسنات کا گنجینہ جمع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فراہم کردہ حد درجہ مناسب، موزوں اور ساز گار موسم بہار ہے، الغرض کتاب وسنت میں ماہ رمضان کے بے شمار فضائل و مناقب ہیں، بطور مثال چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ ماہ رمضان میں قرآن کریم کا نزول ہوا، ارشاد باری ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ [البقرۃ:185]

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

اور یہ رمضان کے آخری عشرہ کی شب قدر وشب برکت تھی جیسا کہ ارشاد باری ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① [القدر:1]

یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔

نیز ارشاد ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ③ [الدخان:3]۔

یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بیشک ہم ڈرانے والے ہیں۔

اور بعض روایتوں کے مطابق دیگر آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی اسی میں اتارے گئے۔ (دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، از علامہ البانی، حدیث 1575)۔

۲۔ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔

۴۔ شیاطین اور سرکش جن قید کردیئے جاتے ہیں۔

۵۔ آسمان کے دروازے اسی طرح رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۶۔ منادی آواز لگاتا ہے: اے خیر کے چاہنے والے آگے بڑھ، اور اے شر کے چاہنے والے پیچھے ہٹ۔

۷۔ رمضان کی ہر شب میں اللہ تعالیٰ بہتوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إذا كان أوّلُ ليلة من رمضان: صُفِّدت

الشياطين ومردة الجن ، وغُلِّقت أبواب النار فلم يُفتح منها بابٌ، وفُتِّحت أبواب الجنة فلم يُغلق منها بابٌ، ويُنادي منادٍ: يا باغي الخير أقبل، ويا باغي الشر أقصر، ولله عتقاء من النار، وذلك كل ليلة''۔ (صحیح بخاری، کتاب الصوم، بابٌ ہل یقال رمضان، أوشہر رمضان؟ ومن رأی کلّہ واسعاً، حدیث 1898، وحدیث 1899، ومسلم، کتاب الصیام، باب فضل رمضان، حدیث 1079)۔

جب رمضان کی پہلی شب آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیئے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، اور ایک منادی آواز لگاتا ہے: اے خیر کے چاہنے والے آگے بڑھ، اور اے شر کے چاہنے والے پیچھے ہٹ۔ اور اللہ بہتوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے، اور یہ ہر رات ہوتا ہے۔

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ''وفتحت أبواب السماء'' کے الفاظ ہیں یعنی آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ''وفتحت أبواب الرحمة'' کے الفاظ ہیں یعنی رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۸۔ ماہ رمضان میں ایک شب ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم ہو گیا اس سے بڑا بدنصیب کوئی نہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''دَخَلَ رَمَضَانُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ ، وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ، مَنْ حُرِمَهَا ، فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ ، وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلاَّ مَحْرُومٌ''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، حدیث 1644، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ 2/159 میں اسے حسن صحیح کہا ہے)۔

رمضان شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مہینہ تم پر سایہ فگن ہو چکا ہے، اس میں ایک شب ایسی ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم ہو گیا وہ ساری بھلائیوں سے محروم ہو گیا، اور اس سے وہی محروم کیا جاتا ہے جس کا مقدر ہی محرومی ہو۔

۹۔ ماہ رمضان میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عُتَقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَعْنِي: فِي رَمَضَانَ وَإِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً'' (کشف الأستار، حدیث 962، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مختصر زوائد مسند البزار علی الکتب الستۃ ومسند أحمد میں ذکر فرمایا ہے، حدیث 664، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الترغیب والترہیب، 1/586 میں صحیح لغیرہ کہا ہے)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رمضان کے شب و روز میں بہتوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، اور رمضان کے شب و روز میں ہر مسلمان کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۰۔ ماہ رمضان میں خطاؤں کی معافی اور گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔

"الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ" (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوات الخمس والجمعۃ إلی الجمعۃ، ورمضان إلی رمضان...، حدیث 233)۔

پانچ صلوات جمعہ تا جمعہ اور رمضان درمیان گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"۔(صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب صوم رمضان احتساباً من الایمان، حدیث 38، ومسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وہو التراویح، حدیث 860)۔

جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور اجروثواب کی نیت سے صوم رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۱۱۔ ماہ رمضان پاکر اپنی بخشش نا کرا پانے والا محروم ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أن النبي ﷺ رَقِيَ المنبر فقال: "آمين، آمين، آمين"، فقيل: يا رسول الله ما كنت تصنع هذا؟ فقال: "قال لي جبريل ﷺ: رَغِمَ أنفُ عبدٍ دخل عليه رمضان فلم يُغفر له، فقلت: آمين، ثم قال: رَغِمَ أنفُ عبدٍ ذُكِرتَ عنده فلم يصلِّ عليك، فقلت: آمين، ثم قال: رَغِمَ أنفُ عبدٍ أدرك والديه أو أحدهما فلم يدخل الجنة، فقلت: آمين" (صحیح ابن خزیمۃ، 3/192، ومسند أحمد، 2/246، 254، وسنن البیہقی، 4/304، والأدب المفرد، حدیث 646، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الأدب المفرد میں "حسن صحیح" کہا ہے، اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے، حدیث 2551، نیز دیکھئے: جامع الترمذی، کتاب الدعوات، باب رغم أنف رجل ذکرت عندہ فلم یصلّ علی، حدیث 3545، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الترمذی میں حسن صحیح کہا ہے، 3/457)۔

نبی کریم ﷺ ممبر پر چڑھے اور فرمایا: آمین، آمین، آمین"، تو آپ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ایسا تو نہیں کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: "مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا "اس بندے کی ناک خاک آلودہو جسے رمضان میسر آئے اور اس کی مغفرت نہ ہو سکے، تو میں نے کہا: آمین، پھر انہوں نے کہا: اس بندے کی ناک خاک آلودہو جس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے، تو میں نے کہا: آمین، پھر انہوں نے کہا: اس بندے کی ناک خاک آلودہو جو اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کو پائے اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکے، تو میں نے کہا: آمین۔

۱۲۔ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج یا نبی کریم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ام سنان انصاریہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

"...عُمْرَةٌ فِى رَمَضَانَ تَقْضِى حَجَّةً. أَوْ حَجَّةً مَعِى"۔(صحیح البخاری، کتاب العمرۃ، باب عمرۃ فی رمضان، حدیث

1782، وکتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث 1863، ومسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، حدیث 1256)۔

یقیناً رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے، یا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

۱۳۔ ماہ رمضان میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ قیام اللیل (تراویح) کی ادائیگی سے پچھلے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“۔(صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، حدیث 2009، ومسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان، وھو التراویح، حدیث 759)۔

جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور اجروثواب کی نیت سے قیام کیا (تراویح پڑھی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

۱۴۔ ماہ رمضان میں بلا عذر شرعی ایک صوم بھی ضائع کر دینا بہت بڑا گناہ ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

”بينا أنا نائم إذ أتاني رجلان فأخذا بضبعي فأتيا بي جبلاً وعراً فقالا: اصعد، فقلت: إني لا أطيقه، فقالا: إنا سنسهله لك، فصعدت حتى إذا كنت في سواء الجبل إذا بأصوات شديدة، قلت: ما هذه الأصوات؟ قالوا: عُواءُ أهل النار، ثم انطلق بي فإذا أنا بقوم معلقين بعراقيبهم، مشققة أشداقهم، تسيل أشداقهم دماً، قال: قلت: ما هؤلاء؟ قال: الذين يفطرون قبل تحلة صومهم“۔(مستدرک الحاکم، 1/430، و 2/209، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح الترغیب والترہیب میں صحیح قرار دیا ہے 1/588۔ امام طحاوی اور امام ابن حزم رحمہما اللہ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ رابع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ماہ رمضان میں شراب نوشی کے جرم میں اسی کوڑے لگوائے اور جیل میں ڈال دیا پھر دوسرے دن مزید بیس کوڑے لگوائے اور فرمایا تھا: ہم نے تمہیں بیس کوڑے مزید اس لئے لگوائے کیونکہ تم نے اللہ عزوجل پر جرأت کی اور رمضان کا صوم توڑ دیا۔(دیکھئے: المحلی از ابن حزم 6/184، وشرح معانی الآثار از طحاوی 3 / 153 حدیث 4896,4895)۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور ان دونوں نے میرا بازو پکڑا اور مجھے ایک پر پیچ پہاڑ کے پاس لائے اور کہا ”چڑھو“! میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا، ان دونوں نے کہا: ہم اسے تمہارے لئے آسان کریں گے، چنانچہ میں چڑھا یہاں تک کہ جب اس کی چوٹی پر پہنچا تو کیا سنتا ہوں کہ بہت شدید آوازیں آرہی ہیں، میں ان سے پوچھا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ تو انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنمیوں کی آہ و بکا کی آوازیں ہیں، پھر مجھے اور آگے لے گئے تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو اپنی ٹانگوں کے بل لٹکائے گئے ہیں اور ان کے منہ کے کنارے کے حصے پھٹے ہوئے ہیں اور ان سے خون جاری ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے

ان سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے اپنے صوم توڑ دیا کرتے تھے۔

۱۵۔ ماہ رمضان قرآن کریم کے مراجعہ کا مہینہ ہے:

چنانچہ جبریل امین علیہ السلام ہر سال رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لاتے تھے اور قرآن کریم کا مراجعہ کرواتے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ - عَلَيْهِ السَّلاَمُ - كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ''۔ (صحیح البخاری کتاب الصوم، باب أجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان، حدیث 1902، وکتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ، حدیث 4997، ومسلم کتاب الفضائل، باب جودہ ﷺ، حدیث 2308)۔

نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان میں ملتے تھے، جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے، جب جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ ﷺ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔

ماہ رمضان کی فضیلت میں ایک ضعیف ومنکر روایت:

ماہ رمضان کی فضیلت میں جہاں بہت ساری صحیح اور مستند روایات موجود ہیں وہیں بعض ضعیف، موضوع اور غیر مستند روایات بھی وارد ہیں، جنہیں بسا اوقات بعض لوگ منبر ومحراب اور اسٹیجوں پر اپنے گفتگو کی زینت بناتے ہیں، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام ان پر بڑے شوق سے عمل کرتے ہیں، اور بد عملی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یوں تو ایسی روایات بہت ہیں لیکن بغرض اختصار یہاں ان میں سے ایک طویل روایت کا ذکر کیا جاتا ہے جو حد درجہ ضعیف، منکر اور غیر مستند ہے، اور اس میں عوام میں مشہور کئی بے سند باتیں یکجا موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ سَلْمَانَ الفارسي رضي الله عنه قَالَ: خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ: ''**أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ فَرِيضَةً، وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا، مَنْ تَقَرَّبَ فِيهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ، كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَمَنْ أَدَّى فِيهِ فَرِيضَةً كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ، وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ، وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ، وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ، وَشَهْرٌ يَزْدَادُ فِيهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ، مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ، وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ**''، قَالُوا: لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ، فَقَالَ: ''**يُعْطِي اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلَى تَمْرَةٍ، أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ، أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ، وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ، وَاخِرُهُ عِتْقٌ**

مِنَ النَّارِ، مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوكِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ، وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ، وَاسْتَكْثِرُوا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا، فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُونَ بِهِمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَتَسْتَغْفِرُونَهُ، وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنًى بِكُمْ عَنْهُمَا: فَتُسْأَلُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ أَشْبَعَ فِيهِ صَائِمًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ''.

سلمان فارسی رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تم پر عظیم مہینہ سایہ فگن ہوا ہے، اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اللہ تعالی نے اس میں روزے فرض کئے ہیں اور اس میں قیام اللیل کو نفل قرار دیا ہے، جو اس میں کسی نیک عمل کے ذریعہ قربت حاصل کرے گا اسے رمضان کے علاوہ میں فرض کا ثواب ملے گا، اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے گا اسے ستر فرائض کا ثواب ملے گا، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، اور یہ غمخواری کا مہینہ ہے، اس میں مؤمن کی روزی بڑھادی جاتی ہے، جو اس ماہ میں روزہ دار کو افطار کرائے گا، اس کے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے اس کی گردن کے آزاد کئے جانے کا باعث ہوگا، اور اُسے روزہ دار جیسا ثواب ملے گا، اور اس کے اجر میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہم میں سب کے پاس روزہ دار کو افطار کرانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی یہ ثواب اس کو بھی ثواب دیتا ہے جو روزہ دار کو ایک کھجور یا تھوڑے سے پانی یا پانی ملے دودھ سے روزہ افطار کرادے، اس مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے، جو اپنے غلام کا بوجھ ہلکا کرے گا اللہ اس کو بخش دے گا، اور اسے جہنم سے آزاد کردے گا، اس مہینے میں چار کام خوب کیا کرو: ان میں سے دو کاموں کے ذریعہ تو تم اپنے رب کو راضی کروگے، اور دو کاموں سے بے نیاز نہیں ہو؛ وہ دو کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکتے ہو، وہ اس بات کی گواہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس سے مغفرت طلبی ہے، اور وہ دو کام جن سے تم بے نیاز نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ تم اللہ تعالی سے جنت مانگو، اور دوسرا یہ کہ تم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگو، اور جو روزہ دار کو شکم سیر کرے گا، اللہ اسے میرے حوض سے پانی پلائے گا، اس کے بعد اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہوجائے گا۔

[صحیح ابن خزیمۃ، کتاب الصیام، باب فضائل شھر رمضان إن صح الخبر (3/ 191)، حدیث (1887)، وشعب الایمان للبیہقی (5/ 223)، حدیث (3336)، وفضائل الاوقات للبیہقی (ص: 146)، حدیث (37)، والدعوات الکبیر (2/ 151)، حدیث (532) وبغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث (1/ 412)، حدیث (321)۔ اس روایت کی سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے اور یوسف بن زیاد بصری منکر الحدیث ہے، لہذا سے محققین نے ضعیف اور منکر قرار دیا ہے، دیکھئے: التلخیص الحبیر للحافظ ابن حجر (3/ 257)، وسلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (2/ 262)، نمبر (871)، ومشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی (1/ 612)، حدیث (1965)، وضعیف الترغیب والترہیب (1/ 296)، حدیث (589)]۔

واللہ اعلم، وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد۔

۞۞۞

احکام ومسائل

رمضان المبارک کے احکام ومسائل

ابوعبداللہ سنابلی

ماہ رمضان بڑی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔اس مہینہ کا صوم (روزہ) اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے، جو تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔رمضان المبارک کا صوم تقویٰ و پرہیزگاری کا ضامن اور گنہگاروں کیلئے اس مہینہ کی رحمتوں اور برکتوں کے سائے میں رہ کر اپنے گناہوں کو دھلنے اور نیکیاں سمیٹنے کا موسم بہار ہے۔آیئے رمضان اور صیام رمضان کے احکام ومسائل ملاحظہ کریں۔

صوم کا لغوی وشرعی مفہوم:

صوم کے لغوی معنی: رک جانے یا روک لینے کے ہیں، اور **شریعت کی اصطلاح میں** ''مکلف کا عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور مباشرت کرنے وغیرہ سے رک جانا'' صوم کہلاتا ہے۔(فتح الباری: ۴/ ۱۲۳)

صوم کی فرضیت:

صوم کی فرضیت شعبان ۲ھ میں ہوئی، اس کی فرضیت کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے، سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:{ **يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ** } [البقرة: ۱۸۳]، ''اے ایمان والو! تم پر صوم فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی ہو جاؤ''۔

صحیح بخاری میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا: "...أخبرني بما ذا فرض الله علي من الصيام"، ''مجھے بتایئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے صوم فرض کئے ہیں''، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "شهر رمضان إلا أن تطوع"، ''ماہِ رمضان کے، الا یہ کہ تم نفلی صوم رکھو'' (بخاری)

نیز صوم کی فرضیت پر سلف امت کا اجماع ہے، اس کا منکر مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔

صیام کے آداب اور احکام ومسائل:

صیام کے بعض ضروری آداب اور احکام ومسائل درج ذیل ہیں:

۱- رمضان کا چاند دیکھ کر صوم شروع کرنا چاہیئے اور دیکھ کر ہی افطار کرنا چاہیئے۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: ''چاند دیکھ کر ہی صوم شروع کرو، اور چاند دیکھ کر ہی افطار (رمضان ختم کرنا) کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینوں کی تعداد مکمل کرو'' (متفق علیہ)

۲- صیام رمضان یا دیگر واجب صیام کیلئے طلوع فجر سے قبل نیت کرنا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له**" (صحیح ابوداؤد: ۲۱۱۸) ''جس نے فجر سے قبل صوم کی نیت نہ کی اس کا صوم نہ ہوگا''۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے اور اس کا محل دل ہے، صوم یا دیگر عبادات کیلئے زبان سے نیت کے الفاظ رسول اللہ ﷺ سے

ثابت نہیں ہیں، لہٰذا عوام میں رائج "نویت أن أصوم غداً الخ" وغیرہ کے الفاظ بدعت ہیں مستزاد یہ کہ معنیً بھی غلط ہیں۔

۳۔ سحری: صائمین کیلئے سحری کرنا مستحب ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی سنت اور ایک بابرکت چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "سحری کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے، (بخاری)

۴۔ سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، (بیہقی بسند صحیح)، لہٰذا رات ہی میں سحری کر کے سوجانا یا غروب آفتاب کے بعد احتیاط کے نام پر تاخیر کرنا سنت رسول ﷺ کے مخالف عمل ہے۔

۵۔ تازہ کھجور، خشک کھجور یا پانی سے صوم افطار کرنا مسنون ہے۔ (صحیح ابوداؤد)

٦۔ صوم افطار کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی مسنون ہے: "ذهب الظمأ و ابتلت العروق و ثبت الأجر إن شاء الله" یعنی (پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اجر بھی ان شاء اللہ ثابت ہوگا) (صحیح ابوداؤد)

۷۔ **صائم کیلئے جائز امور:** ۔ مباشرت کے سبب جنابت کی حالت میں صبح کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: "صبح ہوجاتی جبکہ آپ ﷺ مباشرت کے سبب جنبی ہوتے، پھر آپ غسل کر کے صوم رکھتے" (متفق علیہ)

۔ مسواک کرنا (خشک ہو یا تر، زوال سے قبل ہو یا زوال کے بعد)، (متفق علیہ)

۔ کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانا، (البتہ مبالغہ کرنا ممنوع ہے) (صحیح ابوداؤد)

۔ بیوی کو بوسہ دینا، یا بغلگیر ہونا، بشرطیکہ اپنے نفس پر کنٹرول اور قابو ہو، اگر مباشرت کر لینے کا اندیشہ ہو تو جائز نہیں۔ (متفق علیہ)

۔ انجکشن لگوانا یا دانت اکھڑوانا، بشرطیکہ انجکشن غذا پہونچانے والا نہ ہو۔

۔ کھانا چکھ لینا، بشرطیکہ حلق میں نہ اترے۔ (متفق علیہ)

۔ سرمہ لگانا، آنکھوں میں دوا ڈالنا، بھول کر کھانا یا پینا۔ (بخاری)

۸۔ **صوم کو باطل کردینے والے امور:**

۔ عمداً وقصداً کھانا پینا۔ (متفق علیہ)

۔ عمداً قے کرنا، البتہ ازخود قے آنے سے صوم متاثر نہیں ہوتا۔ (صحیح ابوداؤد)

۔ بیوی سے ہمبستری کرنا، اس عمل سے صوم فاسد ہوجائے گا اور اس کی قضا اور کفارہ واجب ہوگا۔ کفارہ یہ ہے: ایک غلام آزاد کرنا، اگر نہ ملے تو دو ماہ کے مسلسل صوم رکھنا، اور اگر استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ (متفق علیہ)

۔ (برائے خواتین) حیض یا نفاس کا خون آنا، (ایسی حالت میں صوم چھوڑنا اور اس کی قضا کرنا ضروری ہے۔ (بخاری)

۔ کسی بھی طرح سے قصداً منی خارج کرنا، البتہ احتلام صوم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

۹۔ **عذر کے مسائل:** ۔ مسافر کیلئے صوم رکھنا اور ترک کرنا دونوں جائز ہے۔ (متفق علیہ) صوم ترک کرنے کی صورت میں بعد میں اس کی قضا ضروری ہے، (البقرۃ: ۱۸۴)۔

۔ دودھ پلانے والی اور حاملہ عورتوں کیلئے صوم ترک کرنے کی رخصت ہے، البتہ بعد میں اس کی قضا ضروری ہے۔ (صحیح سنن الترمذی، 1/382، وصحیح النسائی، 2/135، وصحیح سنن أبی داود، 2/71)

۔ بوڑھوں اور ایسے مریضوں کیلئے جن کو شفایابی کی امید نہ

ہو، انہیں صوم رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کرنے کی رخصت ہے، اوران پر قضا نہیں ہے، ایک دن کا فدیہ ایک مسکین کو (نصف صاع) کھانا کھلانا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4505۔ والاجماع از ابن المنذر، ص60۔)

اعتکاف:

رمضان کے آخری عشرہ میں ایک خاص عبادت اعتکاف بھی ہے، جس کے معنی ہیں عبادت کی غرض سے آخری عشرہ میں مسجد کو لازم پکڑ لینا، رسول اللہ ﷺ ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا، (بخاری)

اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مباشرت کرنا حرام ہے، اسی طرح معتکف کو چاہیئے کہ ان ایام میں کثرت سے عبادت میں مصروف ہوکر لایعنی چیزوں سے اجتناب کرے۔

ذکر اور دعا و استغفار:

رمضان المبارک کی لیل و نہار کی ساعتیں اور اس کا ایک ایک لمحہ اہل ایمان کیلئے نعمت ہے، لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ انہیں غنیمت جانتے ہوئے کثرت سے ذکر و اذکار اور دعا و استغفار میں مشغول رہیں بالخصوص ان اوقات میں جو قبولیت دعا کے اوقات ہیں، مثلاً:

۱۔ افطار کے وقت، کیونکہ اس وقت دعا رد نہیں ہوتی۔

۲۔ رات کے آخری تہائی حصہ میں، جبکہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ ۳۔ سحر کے وقت۔

۴۔ جمعہ کے روز، بالخصوص عصر کے بعد۔

۵۔ اذان اور اقامت کے درمیان۔ ۶۔ سجدوں میں۔

زکاۃ الفطر:

زکاۃ الفطر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: " فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعاً مِنْ تَمَرٍ أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبَدِ وَالْحُرِّ وَالذَّکَرِ وَالأُنْثَی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَأَمَرَ بِھَا أَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَی الصَّلاۃِ"۔

"رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ الفطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے بڑے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے، اور حکم فرمایا ہے کہ اسے لوگوں کے صلاۃِ عید کیلئے نکلنے سے قبل ہی ادا کردیا جائے"۔ (بخاری)

زکاۃ الفطر سے متعلقہ احکام و مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔ زکاۃ الفطر کا مقصد صوم کی حالت میں سرزد ہونے والی غلطیوں سے پاکی اور عید کی خوشی میں غرباء و مساکین کیلئے خوراک کی فراہمی ہے۔

۲۔ زکاۃ الفطر کیلئے صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں، جس شخص کے پاس ایک دن کا خرچ موجود ہے اس پر زکاۃ الفطر ادا کرنا فرض ہے۔

۳۔ زکاۃ الفطر کی مقدار شہر میں رائج غلہ کا ایک صاع (تقریباً ڈھائی سے پونے تین کلوگرام) ہے۔

۴۔ زکاۃ الفطر شہر میں رائج غلے سے ہی نکالنا ضروری ہے، نقدی روپئے یا کوئی اور چیز زکاۃ الفطر میں نکالنا جائز نہیں ہے۔

۵۔ زکاۃ الفطر کے مستحقین وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جو زکاۃ کے مستحق ہیں۔

۶۔ زکاۃ الفطر کی ادائیگی کا اصل وقت صلاۃِ عید کیلئے نکلنے سے پہلے ہے، البتہ عید سے ایک یا دو روز قبل ادا کردینا بھی جائز ہے، بلا عذر صلاۃِ عید کے بعد ادا کرنے سے زکاۃ الفطر ادا نہیں

ہوتا بلکہ عام صدقہ شمار ہوتا ہے۔

۷۔ زکاۃ الفطر میں گھٹیا مال نکالنا جائز نہیں۔(سورۂ بقرہ: ۲۶۷)

۸۔ زکاۃ الفطر ہر شخص کو اپنی اور اپنے تمام ماتحت لوگوں کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے، حتی کہ غلاموں اور عید کی صبح پیدا ہونے والے نومولود کی طرف سے بھی ادا کرنا چاہیئے۔

عید الفطر اور صلاۃ عید کے مسائل:

صلاۃ عیدین سنت مؤکدہ ہے۔ صلاۃ عیدین کی مشروعیت ۱ھ میں ہوئی۔

عید الفطر سے متعلقہ احکام ومسائل حسب ذیل ہیں:

☆ عید کے روز غسل کرنا ،حسب استطاعت نئے، خوبصورت اور صاف ستھرے کپڑے پہننا مسنون ہے۔

☆ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے طاق عدد (۳، ۵، ۷، وغیرہ) کھجوریں کھانا سنت ہے۔

☆ عید کی رات غروب آفتاب سے لے کر عید گاہ پہونچنے تک ، بلند آواز سے تکبیریں پکارنا سنت ہے، البتہ عورتیں پست آواز میں تکبیریں کہیں گی۔

تنبیہ: ہر شخص تنہا تنہا تکبیر پکارے گا، اجتماعی تکبیر بلند کرنا بدعت ہے۔

☆ صلاۃ عید کھلے میدان ،عید گاہ میں پڑھنا افضل ہے، تاہم مسجد میں بھی جائز ہے۔

☆ عید گاہ پیدل جانا، اور ایک راستے سے جا کر دوسرے راستے سے واپس آنا (راستہ بدلنا) سنت ہے۔

☆ صلاۃ عید الفطر عید الاضحیٰ کے بہ نسبت جلدی ادا کرنی چاہیئے۔

☆ صلاۃ عیدین میں اذان ہے نہ اقامت، نہ اس سے قبل کوئی سنت، نفل یا تحیہ ہے نہ اس کے بعد۔

☆ عید کی دو رکعتیں ہیں، پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔

☆ قراءت جہری کرنا، نیز سورہ قٓ اور سورہ قمر یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ کی تلاوت کرنا مسنون ہے، البتہ اس کے علاوہ بھی جائز ہے۔

☆ صلاۃ عیدین میں مرد، عورتیں اور بچے سب حاضر ہوں گے، عورت اگر ایام ماہواری میں ہے، تو بھی اسے عید گاہ آنے کی تاکید ہے، صلاۃ عید نہ پڑھے گی لیکن مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوگی۔

☆ خطبہ صلاۃِ عید کے بعد ہوگا۔

☆ اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہوجائیں تو صلاۃ عید پڑھنے والے پر جمعہ فرض نہیں ہے، تاہم پڑھ لینا افضل ہے، اور اگر جمعہ نہیں پڑھا تو اس کی جگہ ظہر ادا کرے گا۔

☆ اگر صلاۃ عید فوت ہوجائے تو اس کی قضا کرنی چاہیئے۔

☆ عید کا دن خوشی اور مسرت کا دن ہے، لہٰذا اس میں جائز قسم کے اسلامی تاریخی اشعار، اور اسی طرح سے گیت وغیرہ گانا جائز ہے۔ البتہ موجودہ دور کے گانے بجانے، سارنگیاں اور رقص وسرود حرام اور ناجائز ہیں۔

☆ عید کے روز ایک دوسرے کو عید کی مبارکبادی دینا اور" تقبل اللہ منا ومنکم" وغیرہ کے الفاظ میں تہنئہ پیش کرنا جائز اور مستحب ہے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین۔

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

کیا باجماعت نماز تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے؟

کفایت اللہ سنابلی

ماہ رمضان میں اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی ہے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض لوگ یہ بات کہہ کر اس سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ بات ہی سرے سے غلط ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے اور سچائی یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی ہوتی بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی جماعت کے ساتھ تراویح ہوتی تھی بلکہ اس سے بھی قبل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی باجماعت تراویح ہوتی تھی۔

اور اس بات کی دلیل کہیں اور نہیں بلکہ عین اسی حدیث میں موجود ہے جسے پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ باجماعت تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

آیئے پوری حدیث دیکھتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ القَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى المَسْجِدِ، فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ، وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ، فَقَالَ عُمَرُ: »إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلاَءِ عَلَى قَارِئٍ وَاحِدٍ، لَكَانَ أَمْثَلَ« ثُمَّ عَزَمَ، فَجَمَعَهُمْ عَلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلاَةِ قَارِئِهِمْ، قَالَ عُمَرُ: »نِعْمَ البِدْعَةُ هَذِهِ، وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ« يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، اور کوئی اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ اچھا ہوگا، چنانچہ آپ نے یہی ٹھان کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا دیا۔ پھر ایک رات جو میں ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے اور (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر

اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع ہی میں پڑھ لیتے تھے۔[صحیح البخاری (۳/ ۴۵): کتاب صلاۃ التراویح: باب فضل من قام رمضان، رقم ۲۰۱۰]

اس حدیث میں غور کیجئے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب پہلی رات عبدالرحمن بن عبدالقاری کے ساتھ مسجد میں آئے تو مسجد میں یہ منظر دیکھا:

فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ، يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ۔

لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسی رات مسجد میں یہ منظر بھی دیکھا:

وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلاَتِهِ الرَّهْطُ۔

اور کوئی اس طرح نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی تھی۔

صحیح بخاری کی شرح کرنے والے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَحَاصِلُهُ أَنَّ بَعْضَهُمْ كَانَ يُصَلِّي مُنْفَرِدًا وَبَعْضَهُمْ يُصَلِّي جَمَاعَةً۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اکیلے نماز پڑھ رہے تھے اور بعض جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے [فتح الباری لابن حجر 4/ 252]

غور کریں بخاری کی اسی روایت میں صاف دلیل موجود ہے کہ لوگ شروع ہی سے جماعت کے ساتھ نماز تراویح پڑھ رہے تھے۔یعنی اس رات مسجد میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آمد سے قبل ہی لوگ جماعت سے نماز تراویح پڑھ رہے تھے اور لوگوں کا یہی عمل عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بھی تھا بلکہ عہد رسالت سے ہی یہ عمل جاری تھا۔

ایسی صورت میں یہ کہنا قطعا درست نہیں کہ باجماعت نماز تراویح عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایجاد ہے؟

اب رہا سوال یہ کہ پھر اس رات عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ کیا تھا؟ تو عرض ہے کہ اس رات عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ یہ تھا کہ جو لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں انہیں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے یعنی مسجد میں باجماعت نماز کی شکل باقی رکھی جائے اور جو لوگ اکیلے اکیلے نماز پڑھ رہے ہیں ان سب کو پابند کیا جائے کہ وہ بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔

چناں چہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حکم صادر کردیا کہ سب لوگ جماعت میں شامل ہو کر ایک ہی امام کے ساتھ اکٹھا ہو کر نماز پڑھیں۔

یہ ہے تراویح سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کی حقیقت اس میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جماعت سے تراویح کی نماز عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایجاد کی ہے بلکہ اس کے برعکس اس میں اس بات کا صریح ثبوت ہے کہ جماعت کے ساتھ تراویح شروع ہی سے ہو رہی تھی۔اور یہ سلسلہ عہد رسالت ہی سے چلا آرہا تھا۔

واضح رہے کہ بعض احادیث میں جو یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات جماعت کے ساتھ تراویح پڑھائی اس

کے بعد آپ نے تراویح کی امامت نہیں کروائی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے قبل یا اس کے بعد جماعت سے تراویح کا کوئی ثبوت ہی نہیں تھا۔ بلکہ کئی احادیث سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان تین راتوں کے علاوہ بھی صحابہ کرام جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا تھا۔ ملاحظہ ہو:

امام أبو یعلی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۷) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ عِيسَى بْنِ جَارِيَةَ، حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: جَاءَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: »وَمَا ذَاكَ يَا أُبَيُّ؟«، قَالَ: نِسْوَةٌ فِي دَارِي، قُلْنَ: إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَنُصَلِّي بِصَلَاتِكَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ، ثُمَّ أَوْتَرْتُ، قَالَ: فَكَانَ شِبْهُ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گذشتہ رات (یعنی رمضان کی رات) مجھ سے ایک چیز سرزد ہوئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے گھر میں خواتین نے مجھ سے کہا کہ ہم قران نہیں پڑھ سکتیں لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے انہیں آٹھ رکعات تراویح جماعت سے پڑھائی پھر وتر پڑھایا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہ کی گویا اسے منظور فرمایا۔

[مسند أبي يعلى الموصلي 3/336 واسنادہ صحیح]

یہ واقعہ ان تین راتوں کا نہیں ہے جن میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز تراویح پڑھائی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں ہی جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے پر صحابہ کرام کا عمل تھا اور اسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری حاصل تھی۔

بلکہ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں بھی صحابہ کرام جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے پر عمل پیرا تھے چناں چہ:

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ [ص:51]: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا أُنَاسٌ فِي رَمَضَانَ يُصَلُّونَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: »مَا هَؤُلَاءِ؟«، فَقِيلَ: هَؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ، وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّي، وَهُمْ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصَابُوا، وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا»

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ رمضان میں مسجد کی ایک جانب میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے درست کیا اور بہت خوب کیا۔[سنن ابی داؤد:۲/ ۵۰ رقم ۱۳۷۷ وھو حسن]

یہ واقعہ بھی ان تین راتوں کا نہیں ہے جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز تراویح پڑھائی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں باجماعت تراویح پر صحابہ کرام کا عمل تھا۔اور یہ عمل عہد رسالت کے بعد عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور تک بھی جاری تھا جیسا کہ بخاری کی حدیث سے واضح کیا جا چکا ہے۔اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کی بنیاد ڈالی۔

البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو حکم صادر کیا تھا اس میں خاص بات یہ تھی کہ آپ نے مسجد میں فرداً فرداً تراویح پڑھنے سے منع کیا تھا اور مسجد میں صرف جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا۔اور یہ طریقہ بھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنا ایجاد کردہ نہیں تھا بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے صرف جاری کیا تھا اور طریقہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔چنانچہ یہ بات متفق علیہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات تراویح کی جماعت اس طرح کرائی تھی کہ ان تین راتوں میں سب کے سب جماعت میں شریک تھے اور اکیلے پڑھنے والا کوئی نہ تھا لیکن اگلے دن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر یہ عمل روک دیا کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین مکمل ہو گیا اور اب اس نماز کے فرض ہونے کا امکان نہیں تھا اس لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کو جاری کر دیا۔کیونکہ اس کے بند کرنے کی جو وجہ تھی وہ اب باقی نہیں رہ گئی تھی۔

الغرض یہ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو طریقہ جاری کیا تھا وہ ان کا اپنا ایجاد کردہ نہیں تھا بلکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ تھا۔

یہاں پر ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ اگر یہ طریقہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اپنا ایجاد کردہ نہیں تھا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ۔

یعنی یہ نیا طریقہ بہت اچھا ہے

کیوں کہا؟

تو عرض ہے کہ یہاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ''بدعت'' کا لفظ شرعی و اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں کیا ہے بلکہ لغوی معنی میں استعمال کیا ہے۔دراصل شریعت میں ''بدعت'' اس طریقہ کو کہتے ہیں جو جو ایجاد کے اعتبار سے نیا ہو نہ کہ عمل کے اعتبار سے۔یعنی کسی طریقہ کی ایجاد عہد رسالت کے بعد ہوئی ہے تو وہی طریقہ شریعت میں ''بدعت'' قرار پائے گا۔لیکن اگر کسی طریقہ کی ایجاد عہد رسالت میں ہی ہوئی ہو لیکن اس پر عمل بعد میں شروع ہوا تو اس طریقہ کو شریعت کی اصطلاح میں ''بدعت'' نہیں کہیں گے کیونکہ یہ عمل ایجاد کے اعتبار سے نیا نہیں بلکہ صرف عمل کے اعتبار

سے نیا ہے۔

لیکن لغت میں بدعت ہر طرح کی نئی چیز کو کہتے ہیں یعنی لغت کے اعتبار سے ہر نئے طریقہ کو بدعت کہہ سکتے ہیں خواہ وہ ایجاد کے اعتبار سے نیا ہو یا عمل کے اعتبار سے۔

اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ مغرب سے قبل دو رکعت سنت پڑھنے کا طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا طریقہ ہے۔ اور آج کے دور میں بہت ساری مساجد میں اس طریقہ پر عمل نہیں ہو رہا ہے اب اگر کوئی شخص ایسی کسی مسجد میں اس طریقہ پر عمل جاری کرا دے تو یہ طریقہ عمل کے اعتبار سے نیا ہوگا اس لئے لغوی اعتبار سے اسے ''بدعت'' یعنی نیا طریقہ کہہ سکتے ہیں لیکن ایجاد کے اعتبار سے یہ نیا نہیں ہے اس لئے شرعی اعتبار سے اسے ''بدعت'' نہیں کہہ سکتے۔

دوسری مثال یوں سمجھیں کہ کسی کمپنی ایریا میں یا راستے میں کوئی ایسی مسجد ہو جہاں فجر کے علاوہ بقیہ صرف چار وقت کی نماز ہوتی ہے اور فجر کی نماز نہیں ہوتی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد اس مسجد کے آس پاس مسلمان آباد ہو جائیں اور اس مسجد میں فجر کی نماز بھی شروع کر دیں تو یہ طریقہ اس مسجد میں نیا طریقہ ہوگا اور لغوی اعتبار سے اسے ''بدعت'' یعنی نیا طریقہ کہہ سکتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے اسے ''بدعت'' نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ ایجاد کے اعتبار سے نیا نہیں ہے بلکہ صرف عمل کے اعتبار سے نیا ہے۔

ٹھیک اسی طرح کا معاملہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جاری کردہ طریقہ کا ہے یہ طریقہ عمل کے اعتبار سے نیا تھا اس لئے لغوی اعتبار سے اسے ''بدعت'' یعنی نیا طریقہ کہہ سکتے ہیں جیسا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن شرعی اعتبار سے اس طریقہ کو ''بدعت'' نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ طریقہ ایجاد کے اعتبار سے نیا نہیں ہے بلکہ صرف عمل کے اعتبار سے نیا ہے۔ اس کی ایجاد تو عہد رسالت میں ہوئی ہے جیسا کہ ماقبل میں تفصیل پیش کی گئی ہے۔

اور حیرت کی بات ہے کہ لوگ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بدعت حسنہ کی تائید نہیں بلکہ تردید ہوتی ہے۔

غور کریں کہ ایک طریقہ پر عمل کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجہ سے روک دیا تھا کہ کہیں اس میں اضافہ نہ ہو جائے یعنی یہ فرض نہ ہو جائے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دین میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا اس حقیقت پر ایمان ہی کی وجہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طریقہ کو جاری کر دیا کیونکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اعتقاد تھا کہ عہد رسالت کے بعد دین میں اب نئی چیز کی گنجائش نہیں ہے، اس لئے اس نبوی طریقہ میں بھی اب کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا ہے لہذا اسے جاری کرنے میں دین میں نئی چیز کے اضافے کی گنجائش نہیں ہے۔

گویا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ میں یہ اعلان موجود ہے کہ دین میں اب کسی نئی چیز کی گنجائش نہیں ہے، لیکن افسوس کہ عین اس کے برعکس عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسی فیصلہ سے بدعت حسنہ کے جواز پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں تفسیر القول بما لا یرضی بہ القائل۔

◆◆◆

احکام ومسائل

شش عیدی (شوال کے چھ) روزے

کفایت اللہ سنابلی

☆(الف): شش عیدی روزوں کی مشروعیت:۔

ماہ رمضان کے روزوں کے ساتھ ساتھ ماہ شوال کے چھ روزوں کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، حدیث ہے:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الأَنْصَارِيِّ -رضی اللہ عنہ- أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ.

ابوایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے رمضان کے چھ روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، اس کو عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، [صحیح مسلم:- کتاب الصیام: باب استحباب صوم ستۃ أیام من شوال اتباعا لرمضان، رقم ۱۱۶۴]۔

☆(ب): شش عیدی روزوں کی حکمت:۔

ماہ شوال کے ان روزوں کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن رجب حنبلی رقم طراز ہیں:

”أفضل التطوع ما کان قریبا من رمضان قبلہ و بعدہ و ذلک یلتحق بصیام رمضان لقربہ منہ و تکون منزلتہ من الصیام بمنزلۃ السنن الرواتب مع الفرائض قبلھا و بعدھا فیلتحق بالفرائض فی الفضل و ھی تکملۃ لنقص الفرائض و کذلک صیام ما قبل رمضان و بعدہ فکما أن السنن الرواتب أفضل من التطوع المطلق بالصلاۃ فکذلک صیام ما قبل رمضان و بعدہ أفضل من صیام ما بعد منہ،

رمضان سے پہلے اور رمضان کے بعد سب سے بہتر نفل وہ ہے جو ماہ رمضان کے بالکل قریب ہو، رمضان سے قریب تر ہونے کی وجہ سے انہیں رمضان کے روزوں کے ساتھ ملا دیا گیا، اور انہیں رمضان کے روزوں کے فورا بعد ہونے کی وجہ سے فرائض کے پہلے و بعد والی سنتوں کا مقام دیا گیا، لہٰذا افضلیت میں یہ فرائض کے ساتھ ملا دی گئیں اور یہ فرائض کی کمی پوری کرنے والی ہوں گی اور رمضان سے پہلے اور بعد روزہ رکھنا بھی اسی طرح افضل ہے جس طرح فرض نمازوں کے پہلے و بعد والی سنتیں مطلق نوافل پڑھنے سے بہتر ہیں“ [لطائف المعارف: ۱۳۸/۱]۔

ٹھیک یہی بات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے چنانچہ آپ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں: ”والسر فی مشروعیتھا أنھا بمنزلۃ السنن الرواتب فی الصلاۃ ---یعنی ان چھ روزوں کی مشروعیت کا راز یہ ہے کہ جس طرح نماز کے سنن و نوافل ہوتے ہیں جن سے نماز کا فائدہ مکمل ہوتا ہے، اسی طرح یہ چھ روزے بھی روزوں کے سنن و نوافل کے

قائم مقام ہیں''[حجۃاللہ البالغۃ: ۲/۷۱]۔

☆(ج): **شش عیدی روزوں کے لئے ماہ شوال کی وجہ تخصیص:۔**

رمضان کے بعد چھ روزوں کے لئے ماہ شوال ہی کو کیوں منتخب کیا گیا؟اس سلسلے میں علامہ عبدالرؤف المناوی فرماتے ہیں :''وخص شوال لأنه زمن يستدعي الرغبة فيه إلى الطعام لوقوعه عقب الصوم فالصوم حينئذ أشق فثوابه أكثر،

ان چھ رورزوں کے لئے ماہ شوال کو اس لئے خاص کیا گیا کیونکہ یہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں لوگ کھانے پینے کی طرف زیادہ راغب رہا کرتے ہیں کیونکہ وہ ابھی ابھی رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے ہیں ،لہٰذا جب کھانے کا شوق وخواہش شدت پر ہو اور اس حالت میں روزہ رکھا جائے تو اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا''[فیض القدیر: ۶/۱۶۱]۔

اور علامہ ابن القیم لکھتے ہیں:

''وَقَالَ آخَرُونَ :لَمَّا كَانَ صَوْمُ رَمَضَانَ لَا بُدّ أَنْ يَقَع فِيهِ نَوْع تَقْصِير وَتَفْرِيط ,وَهَضْم مِنْ حَقّه وَوَاجِبه نَدَب إِلَى صَوْم سِتَّة أَيَّام مِنْ شَوَّال ,جَابِرَة لَهُ ,وَمُسَدِّدَة لِخَلَلِ مَا عَسَاهُ أَنْ يَقَع فِيهِ .فَجَرَتْ هَذِهِ الْأَيَّام مَجْرَى سُنَن الصَّلَوَات الَّتِي يُتَنَفَّل بِهَا بَعْدهَا جَابِرَة وَمُكَمِّلَة ,وَعَلَى هَذَا :تَظْهَر فَائِدَة اِخْتِصَاصهَا بِشَوَّال ,وَاَللَّه أَعْلَم .

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ رمضان کے روزوں کے حقوق وواجبات میں کچھ نہ کچھ کوتاہی وکمی ہو ہی جاتی ہے ،اس لئے شوال کے چھ روزے مستحب قرار دئے گئے ہیں تا کہ ان کوتاہیوں اور کمیوں کی تلافی ہوسکے گویا کہ یہ روزے فرض نمازوں کے بعد والی سنتوں کے قائم مقام ہیں جو نمازوں میں واقع کمی وکوتاہی کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہیں ،اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ شوال ہی کے ساتھ شش عیدی روزوں کی تخصیص کا فائدہ کیا ہے''[تهذيب سنن أبي داود مشكلاته: ۱/۴۹۰]۔

☆(د): **شش عیدی روزوں کے لئے عدد''چھ(۶)'' کی وجہ تخصیص:۔**

شوال کے ان چھ روزوں کی تعداد صرف چھ ہی کیوں ہے؟اس کی وضاحت حدیث میں آگئی ہے،ملاحظہ ہو یہ حدیث:

''عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- عَنْ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَامَ سِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَ الْفِطْرِ كَانَ تَمَامَ السَّنَةِ(مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا(انعام:۶/۱۶۰)).

ثوبان رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''جس نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا،جو ایک نیکی کرتا ہے اسے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے''[سنن ابن ماجه:- كتاب الصوم: باب صيام ستة ايام من شوال،رقم(۱۷۱۵)واسناده صحيح]۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کی ایک نیکی دس نیکی کے برابر ہے،یعنی ایک روزہ دس روزہ کے برابر ہے،اس لحاظ سے رمضان کے تیس روزوں کے ساتھ شوال کے چھ روزے ملا لئے

جائیں توکل چھتیس (۳٦) روزے ہوتے ہیں، پھران میں ہر روزہ جب دس (۱۰) روزے کے برابر ہوگا، تو چھتیس (۳٦) روزے تین سوساٹھ (۳٦۰) روزوں کے برابر ہوجائیں گے، اور چونکہ ایک سال میں کم وبیش (۳٦۰) دن ہوتے ہیں لہٰذا مذکورہ روزے پورے سال کے روزوں کے برابر ہوئے۔

درج ذیل حدیث میں اسی چیز کی مزید وضاحت ہے:

''عَنْ ثَوْبَانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: "صِيَامُ رَمَضَانَ بِعَشَرَةِ أَشْهُرٍ، وَصِيَامُ السِّتَّةِ أَيَّامٍ بِشَهْرَيْنِ، فَذَلِكَ صِيَامُ السَّنَةِ"، يَعْنِي رَمَضَانَ وَسِتَّةَ أَيَّامٍ بَعْدَهُ،

ثوبان سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: رمضان کے ایک ماہ کا روزہ رکھنے سے دس (۱۰) ماہ کے روزوں کا ثواب ملتاہے، اور (شوال کے) چھ دنوں کا روزہ رکھنے سے دوماہ کے روزوں کا ثواب ملتاہے، اس لحاظ سے رمضان و شوال کے مذکورہ دنوں میں روزہ رکھنے سے پورے سال بھر کے روزوں کا ثواب ملتاہے'' [صحيح ابن خزيمة: ۲۹۸/۳ رقم ۲۱۱۵ واسناده صحيح]۔

اب اگر ہر سال رمضان کے روزوں کے ساتھ باقاعدگی سے شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو ہر سال، پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا اور اگر یہی سلسلہ عمر بھر رہا تو گویا کہ اس طرح عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، جیسا کہ مسلم کی گذشتہ حدیث میں ہے ''كَصِيَامِ الدَّهْرِ''۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوال کے ان روزوں میں عدد چھ کی وجہ تخصیص کیا ہے۔

☆(ھ): شش عیدی روزوں کو رکھنے کا طریقہ:

شوال کے ان چھ روزوں کو عید کے بعد فورا رکھ سکتے ہیں اسی طرح بیچ میں اور اخیر میں بھی رکھ سکتے ہیں، نیز ان روزوں کو مسلسل بھی رکھ سکتے ہیں اور الگ الگ ناغہ کرکے بھی رکھ سکتے ہیں، کیونکہ حدیث میں کسی بھی قسم کی کوئی تقیید وتعیین نہیں آئی ہے، علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''إذا ثبت هذا فلا فرق بين كونها متتابعة أو مفرقة في أول الشهر أو في آخره لأن الحديث ورد بها مطلقا من غير تقييد

حدیث میں شوال کے چھ روزہ رکھنے کی فضیلت مطلقا وارد ہوئی ہے، یہ روزے مسلسل ایک ساتھ رکھے جائیں یا الگ الگ ناغہ کرکے رکھے جائیں یا آخری دنوں میں، ہر طرح جائز ہے، کیونکہ حدیث بغیر کسی تقیید کے مطلق وارد ہوئی ہے'' [المغنى: ۱۱۲/۳]۔

''فتاوی اللجنة الدائمة'' میں ہے:

س: هل صيام الأيام الستة تلزم بعد شهر رمضان عقب يوم العيد مباشرة أو يجوز بعد العيد بعدة أيام متتالية في شهر شوال أو لا؟

ج: لا يلزمه أن يصومها بعد عيد الفطر مباشرة، بل يجوز أن يبدأ صومها بعد العيد بيوم أو أيام، وأن يصومها متتالية أو متفرقة في شهر شوال حسب ما يتيسر له، والأمر في ذلك واسع، وليست فريضة بل هي سنة۔

س: کیا شش عیدی روزے رمضان کے ختم ہونے پر عید کے فورا بعد ہی رکھنا ضروری ہے یا عید کے چند دن بعد بھی پے درپے رکھ سکتے ہیں؟

ج: یہ روزے عید کے بعد فوراہی رکھنے ضروری نہیں ہیں ،بلکہ عید کے ایک دن بعد یا چند دنوں کے بعد بھی اسے رکھا جاسکتا ہے،اورشوال کے مہینے میں کبھی بھی مسلسل یا ناغہ کرکے جس طرح بھی سہولت ہو،رکھ سکتے ہیں،اس معاملے میں وسعت ہے،نیز یہ مسنون روزے ہیں فرض اورواجب نہیں [فتاوی اللجنۃالدائمۃ: ج۱۰ ص۳۹۱]۔

مگرواضح رہے کہ بعض احادیث میں تسلسل کی قید بھی ہے مگروہ تمام احادیث ضعیف ہیں ،مثلادیکھئے:سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ ج۱۱القسم الاول ص۳۰۷، ۳۰۸ رقم۵۱۸۹۔

☆(و): پہلے شش عیدی روزے یارمضان کے فوت شدہ روزے۔۔۔؟:

اگرشرعی عذرکی بناپرکسی شخص کے رمضان کے کچھ روزے چھوٹ گئے تو یہ شخص پہلے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرے گا،پھرشوال کے روزے رکھے گا،اس لئے کہ شوال کے ان چھ روزوں کی فضیلت جس حدیث میں وارد ہے اس میں یہ صراحت ہے کہ ’’مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ‘‘یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اسے ہمیشہ روزہ رکھنے کا ثواب حاصل ہوگا۔

لیکن اگرکوئی شخص رمضان کے روزوں کی قضاء پہلے نہ کرسکے اورمخصوص نفلی روزوں کے وقت کے نکلنے کاڈر ہو،اس بنیاد پروہ پہلے نفلی روزے رکھ لے پھر بعد میں رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء کرلے،تواس کے دونوں روزے صحیح ہوں گے۔

ڈاکٹرفضل الرحمن مدنی لکھتے ہیں:

’’۔۔۔اگرکسی نے نفلی روزے پہلے رکھ لئے اورفوت شدہ روزوں کی قضاء بعد میں کی تو دونوں روزے صحیح ہوجائیں گے،لیکن اگرنفلی روزے رکھے پھرفرض روزے نہیں رکھ سکا تواس پرمؤاخذہ ہوگا۔۔۔‘‘[فتاوی رمضان: ص۸۰، ۸۱]۔

☆(ز):شش عیدی روزوں کی قضاء شوال کے علاوہ دوسرے ماہ میں:

اگرکوئی شخص کسی عذر وغیرہ کی بناپرشوال میں شش عیدی روزے نہ رکھ سکےتو وہ شوال کےعلاوہ دیگر ماہ میں ان کی قضاء نہیں کرسکتا،شیخ بن بازرحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ولا يشرع قضاؤها بعد انسلاخ شوال ، لأنها سنة فات محلها سواء تركت لعذر أو لغير عذر‘‘یعنی شوال کامہینہ گذرجانے کے بعدان کی قضاءمشروع نہیں ہےخواہ وہ عذرکی وجہ سے چھوٹے ہوں یا بغیرعذرکےاس لئے کہ یہ روزے سنت ہیں اوران کاوقت گذرچکاہے[مجموع فتاوی بن باز:۱۵/۳۸۹]۔

☆☆☆

صوم کے تربیتی فوائد

انصارزبیرمحمدی الاعظمی

تعلیم وتربیت انبیاء کرام کا مشن رہا ہے، اورتربیت علم نافع کا ثمرہ ہے، تربیت کے بغیر تعلیم بے سود ہے، اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے سارے طریقوں کو ہماری تربیت کے لئے مقرر کیا ہے، اخلاق کی بلندی اورایمان وتقوی ایک مسلمان کی شناخت ہوتی ہے، جوعمدہ تربیت کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

((كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ)) البقرة: 151].

جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اوراس ماہ مبارک کے روزے اپنے اندر بہت سارے تربیتی پہلو رکھتے ہیں، جن پر غور وفکر کرکے ہمیں اس سے خوب استفادہ کرنا چاہئے، اوراللہ تعالی کی اس نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ انسانیت کے خوابیدہ ضمیر کوغفلت سے بیدار کرنے کے لئے رمضان المبارک کا مہینہ ہر سال آتا ہے، جس سے ایک مومن کو محاسبہ کا خوب موقعہ ملتا ہے، زیر نظر مضمون میں اختصار کے ساتھ چند تربیتی پہلوؤں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

ا۔ اصلاح نیت

نیت کی درستگی تمام اعمال کی قبولیت کے لئے ضروری ہے، انسان کا عمل اسی وقت قابل قبول ہوگا جب اس کے اندر اخلاص اوراتباع سنت پائی جاتی ہو، اگرکسی نے دینی عمل سے کسی دنیوی مفاد کی نیت کی تو اس کا عمل اسے فائدہ نہ دے گا، اس لئے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص نیت کے ساتھ عبادت کا حکم دیا ہے۔ صوم رمضان کے ذریعہ اصلاح نیت کا ایک بہترین موقعہ میسر ہوتا ہے، اس لئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو بتائے بغیر چپکے سے کچھ کھانا پینا چاہے تو لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کھا بھی سکتا ہے، لیکن اللہ تعالی کی کڑی نگرانی کا احساس اور بندہ کا ایمان وتقوی اوراللہ تعالیٰ کا خوف اسے ایسا کرنے سے روک دیتا ہے، اسی لئے ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ, يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَأَكْلَهُ وَشُرْبَهُ مِنْ أَجْلِي, روزہ میرے لئے ہے اورمیں اس کا بدلہ دوں گا وہ میرے لئے اپنی شہوت اور کھانا پینا ترک کر دیتا ہے۔ بخاری /9/ 143. (7492)

مسلم2/807(1151)

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

(إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرىء ما نوى) (بخاری:۱)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

۲۔تقوی۔

انسانی تربیت کے لئے تقوی ایک جامع ترین نسخہ ہے، اس لئے کہ جسے دلوں کا تقوی میسر ہوگیا گو وہ تربیت کے اعلی مقام پر فائز ہوگیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۝۱۲۸

سورۃ النحل [۱۶:۱۲۸]

یقینا جو اہل تقوی ہیں اور جو نیکوکار ہیں اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے۔

قرآن کریم کی جس آیت میں اللہ تعالی نے روزہ کا ذکر کیا ہے اس کا اختتام تقوی پر کیا گیا ہے، جس کا مقصد یہی ہے کہ اس عبادت کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر تقویٰ کی اہمیت نقش ہو جائے، اس لئے کہ متقی بندہ اپنی زندگی کو اللہ کی مرضی کے مطابق گزارتا ہے، اور روزہ میں بھی بندہ ساری نعمتوں کے ہوتے ہوئے صرف اپنے رب کے حکم کی بجا آوری میں کھانے پینے اور شہوات سے کنارہ کش ہوجاتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ)) [البقرة:183].

اے مومنو! تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن سکو۔

۳۔وقت کی پابندی اور اس کا صحیح استعمال۔

انسانی زندگی میں وقت ایک انمول شئی ہے، وقت جانے کے بعد کبھی واپس نہیں آتا ہے، ایک رزوہ دار بندہ اس مہینہ میں اپنے وقت کا صحیح استعمال کرکے اپنے نامہ عمل میں بہت ساری بھلائی اور نیکی کا اضافہ کرلیتا ہے، اس لئے کہ صوم رمضان کے ذریعہ وقت کی پابندی کا ایک ایسا جامع پیغام ملتا ہے جو دوسرے دنوں میں میسر نہیں ہوتا، روزہ دار کے یہاں طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک کس طرح وقت کی پابندی کا اہتمام ہوتا ہے، سحری ختم کرتے ہی کس طرح ہمارے روزہ دار بھائی فجر کی صلاۃ ادا کرنے کے لئے مساجد کی طرف دوڑ پڑتے ہیں، یہ منظر بھی قابل دید ہوتا ہے۔ سحری وافطار میں ایک ایک منٹ کی قدر کرنے کا ہنر روزہ کی حالت میں ایک روزہ دار بخوبی سمجھتا ہے۔

۴۔توبہ واستغفار

گناہوں سے توبہ واستغفار کرنا بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، جس سے بندہ کو نفس کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، توبہ کرنے والا گناہوں سے پاک وصاف ہوکر ایک نئی زندگی گزارتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ بہ کثرت توبہ واستغفار کیا کرتے تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے

مروی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

»يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوبُوا إِلَى اللهِ، فَإِنِّي أَتُوبُ، فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ« مسلم 2702/2075/1)

کہ لوگو! تم اللہ کی بارگاہ میں توبہ استغفار کرو، میں دن میں سو بار توبہ واستغفار کرتا ہوں۔

اورایک روزہ دار کو یہ انعام الٰہی اس وقت عطا کیا جاتا ہے جب وہ ماہ رمضان المبارک کے پورے روزے رکھ لیتا ہے، جیسا کہ بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: »مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ« صحيح بخاری 16/1(38) ومسلم 523/1(760)

جس نے ایمان اوراحتساب کی حالت میں رمضان کے روزے رکھے، اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔

۵۔صبر کی عادت ڈالنا

انسانی زندگی میں صبر کامیابی کی علامت ہے، ناصبر اور جلد باز شخص کبھی کامیاب نہیں ہوتا ہے، اسے جگہ جگہ رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور صابر بندہ کو ملنے والی کامیابی انتہائی مستحکم اور ٹھوس ہوا کرتی ہے۔اورروزہ داروں کے لئے یہ مقدس مہینہ صبر کی اعلی تربیت کا زریں موقعہ فراہم کرتا ہے۔صبر ایک ایسی اعلی تربیت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ (ولربک فاصبر) المدثر۔پس آپ اپنے رب کے لئے صبر کیجئے۔

دعوت وتربیت اورزندگی کے ہر میدان میں کامیابی کے لئے صبر ایک بنیادی ضرورت ہے، جنت کے حصول اورجہنم سے نجات کے لئے صبر کرنا ضروری ہے، ایک روزہ دار بندہ طلوع فجر سے لیکر غروب آفتاب تک صبر کی ٹریننگ حاصل کرتا ہے، اورایسے ہی بندوں کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

انمایوفی الصابرون أجرھم بغیر حساب۔

صبر کرنے والوں کو بلاحساب بدلہ دیا جاتا ہے۔

٦۔قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کرنا

اس مقدس مہینہ میں ایک روزہ دار شخص قرآن کریم کی تلاوت کا خوب اہتمام کرتا ہے، اس لئے کہ یہ نزول قرآن کا مہینہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

(شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن هدى للناس وبينات من الهدى والفرقان) البقرة ١٨٥۔

رمضان کا مہینہ ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اورحق وباطل کو واضح کرتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ اس مہینہ میں جبریل علیہ کے پاس قرآن کا دور کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو دور مکمل کیا، قرآن کریم کی تلاوت کا اجر وثوب بہت زیادہ ہے، جیسا کہ متعدد احادیث میں یہ بات وارد ہے کہ ایک حرف پر دس نیکی ملتی ہے۔قرآن کریم امت مسلمہ کی

دستوری کتاب ہے،ایک روزہ داراس مہینہ میں دن کے مختلف اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے اوررات کوتراویح میں اسے حفاظ کرام سے سنتا ہے، جوکہ ایک بہت بڑی سعادت کی علامت ہے،قرآن کریم سے محبت کرنا،اس کی تلاوت کرنااوراس کے معنی ومفاہیم کوسمجھنااوران پرعمل کرنابندہ کی کامیابی کی علامت ہے،اس وقت مسلمانوں کی پستی کاایک بڑا سبب قرآن کریم سے دوری اختیارکرناہے،ایک روزہ داراس مہینہ میں بڑی ممکن حدتک اللہ کی کتاب قرآن مجید سے جڑ کر اپنے رب سے محبت کااظہارکرتاہے۔اورسورۃ الفاتحہ میں الحمدللہ رب العلمین کہہ کر بندے کواللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلاہے کہ انسان ہروقت اللہ کی تربیت کامحتاج ہے،اوراللہ کی تربیت کے لئے سب سے بہترین رہنمائی اللہ کی کتاب قرآن مجید سے ہی مل سکتی ہے۔

۷۔آخرت کی تیاری کرنا

دن بھرکاروزہ دار جب شام کوافطارکرتاہے تواسے فورایہ احساس بھی ہوجاتاہے کہ آج اس کاایک روزہ مکمل ہوگیا،اب کل سے دوسراروزہ شروع ہوگا،اس طرح دھیرے دھیرے پہلاعشرہ پھردوسراعشرہ اورپھر پورامہینہ بڑی تیزی سے رخصت ہوجاتاہے،جس کے بعد یہ یقین مضبوط ہوجاتاہے کہ نیکیوں کایہ موسم بہاردوبارہ واپس نہیں آئے گا،اب جب آئندہ سال ماہ رمضان آئے گاتوسال بدلاہواہوگا،ایک روزہ دار بندہ ماہ رمضان کی رخصتی سے اپنی دنیوی زندگی کی حقیقت کوبخوبی سمجھ جاتاہے کہ جس طرح یہ مہینہ چلاآگیااوراب دوبارہ واپس نہیں آئے گااسی طرح ایک دن ہمیں بھی یہ دنیا چھوڑکراپنے رب کے پاس جاناہے،جہاں یہ روزہ ہمارے لئے سفارشی بن کرآئے گا،اسی لئے ایک روزہ دارشخص اس مہینہ میں اعمال صالحہ کااہتمام کرکے خود کواللہ کی جنت کامستحق بناتاہے،اس لئے کہ جس طرح یہ مہینہ ہمیں ایک معینہ مدت کے لئے عطاکیاجاتاہے، پھرواپس لوٹ جاتاہے اسی طرح انسان کی دنیا کی پوری زندگی کےایام گنے چنے ہیں۔

ان کے علاوہ روزہ کے تربیتی فوائد بے شمار ہیں، طوالت سے بچنے کے لئے انہیں پراکتفاکیاجارہاہے، ویسے اتناجاننا ضروری ہے کہ رمضان کے روزےایک بندہ کواللہ کی اطاعت پرسماج اورمعاشرہ کی تربیت کرنے کاعمدہ موقعہ فراہم کرتے ہیں،روزہ کی حالت میں بکثرت اللہ کاذکرکرنے ساتھ قریب سے اللہ کے بندوں کےاحوال کوجاننے کابہترین موقعہ میسرآتاہے۔روزہ کے ذریعہ احتساب نفس کابہترین موقعہ فراہم ہوتاہے۔اسی طرح اس مہینہ میں ایک بندہ کوسخاوت کی تربیت ملتی ہے،اسی لئے کہ اس مہینہ کوشہرالجودبھی کہاجاتا ہے۔اسی طرح اس مہینہ میں ایک بندہ کوحسن اخلاق کی بھی تربیت حاصل ہوتی ہے،روزہ داربندہ ہرقسم کے شروفساداورلڑائی جھگڑے سے دوررہتاہے،اس لئے کہ اس کے دین میں یہ تربیت دی گئی ہے کہ اگراس کوئی گالی دےتووہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔

فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ"
بخاری1904۔مسلم1151۔

☆☆☆

خصوصی مضمون

ھیوی ڈپازٹ جدید معاشرے کا اہم ترین مسئلہ

سرفراز فیضی

ھیوی ڈپازٹ کیاھے؟ ہیوی ڈپازٹ ہندوستان بھر میں مکان کے کرائے پر لین دین کا ایک معروف طریقہ ہے۔ ہیوی ڈپازٹ کا طریقہ یہ ہے کہ مالک مکان کسی مکان کا ڈپازٹ رائج ڈپازٹ کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ لیتا ہے۔اور اس ''ہیوی ڈپازٹ'' کے بدلہ میں کرایہ یا تو مکمّل معاف کر دیتا ہے یا انتہائی کم کر دیتا ہے۔

مثلاً اگر کسی علاقہ میں گھر کا کرایہ **پانچ ہزار** اور ڈپازٹ **پچاس ہزار** رائج ہے تو مالک مکان **پچاس ہزار** کے بجائے **تین لاکھ** ڈپازٹ لیتا ہے۔اور ڈپازٹ واپس کرنے تک یا تو اس کا کرایہ سرے سے لیتا ہی نہیں یا پھر انتہائی کم مثلاً **تین سو یا پانچ سو** روپیہ وصول کرتا ہے۔

ھیوی ڈپازٹ کا شرعی حکم: ہیوی ڈپازٹ سود کی ایک واضح شکل ہے۔ اس میں کرایہ دار سود لینے والا ہے اور مالک مکان سود دینے والا۔اس حکم کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے کچھ ابتدائی باتیں ہم سمجھ لیں۔

(۱) **سود کسے کھتے ھیں؟** کسی قرض پر شرطیہ حاصل کیا جانے والا نفع سود کہلاتا ہے۔ جو بلا کسی اختلاف کے حرام ہے۔''**کل قرض شرط فیه أن یزیده فهو حرام بغیر خلاف**'' [**المغنی** ۶/۴۳۶]۔

(۲) قرض کے بدلہ میں قرضدار سے کسی بھی طرح کا نفع شرطیہ حاصل کرنا سود ہے۔**خواہ یہ نفع رقم کی صورت میں ہو ہے یا خدمت (service) کی صورت میں:** مثلاً آپ کسی کو پانچ ہزار روپیے قرض دیں اس شرط پر کہ وہ ان پانچ ہزار روپیوں کے بدلہ چھ ہزار روپیے واپس لوٹائے، اس صورت میں یہ ایک ہزار روپیے جو آپ نے زائد لیے سود ہے۔

اسی طرح آپ کسی کو پانچ ہزار روپیے قرض دیں اور یہ شرط لگا دیں کہ جب تک وہ پانچ ہزار نہ لوٹا دے تب تک بنا کسی معاوضہ کے آپ کے بچّوں کو تعلیم دے۔ایسی صورت میں یہ مفت تعلیم وہ نفع ہے جو آپ قرض کے بدلہ شرطیہ حاصل کر رہے ہیں۔یہ بھی سود ہے۔

(۳) **ڈپازٹ کیاھے؟** ڈپازٹ اصل میں کرایہ دار کی طرف سے ''ضمانت'' کی ایک مخصوص رقم ہے۔اس رقم کا مقصد سکیوریٹی ہوتا ہے۔جو مالک مکان ممکنہ نقصان سے بچنے کے لیے لیتا ہے۔مثلاً اگر کسی گھر کا کرایہ دس ہزار ہے۔مالک مکان کو خدشہ ہے کہ کرایہ دار دو تین مہینے کا کرایہ ادا کیے بغیر مکان چھوڑ کر جا سکتا ہے، یا گھر میں کچھ فرنیچر ہو جس کو نقصان پہنچا کر بھاگ جائے گا یا لائٹ بل کچھ مہینے کا ادا کیے بغیر چلا جائے گا۔ان سارے خدشات کو سامنے رکھ کر زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ تک نقصان کا اندیشہ ہے۔لہٰذا ایک لاکھ روپیہ مالک مکان گھر کرائے پر دیتے وقت ہی کرایہ دار سے لے کر اپنے

پاس رکھ لیتا ہے۔ تا کہ کسی نقصان کی صورت میں وہ اپنی رقم اس ڈپازٹ میں سے کاٹ لے۔ ظاہری بات ہے کہ یہ رقم ممکنہ نقصان سے بچنے کے اندیشے کے تحت لے کر رکھی ہے۔ کرایہ دار نے یہ رقم ضمانت کے طور پر جمع کی ہے تا کہ مالک مکان اس کی طرف سے بے فکر رہے۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ رقم ایک طرح کی امانت ہے۔ یہ استعمال کے لیے نہیں دی گئی۔

(۴) **ڈپازٹ یا قرض؟** یہ بات دوبارہ سمجھ لیجئے کہ ڈپازٹ کی رقم اصلاً ضمانت ہوتی ہے۔ سیکیوریٹی کے مقصد سے لی جاتی ہے ۔ یہ رقم استعمال کے لیے نہیں لی جاتی ۔لیکن ہیوی ڈپازٹ میں یہ بات دونوں طرف سے طے شدہ اور معہود فی الذہن (understood) ہوتی ہے کہ ڈپازٹ کے نام پر جو رقم لی جارہی ہے استعمال کے لیے لی جارہی ہے۔اور اس کے استعمال سے ملنے والے فائدے ہی کے سبب مالک مکان کرایہ معاف کررہا ہے یا اس میں تخفیف کررہا ہے۔لہٰذا اس رقم کو ڈپازٹ تو کہا جاتا ہے۔**لیکن یہ اپنے اصل کے اعتبار سے ڈپازٹ نہیں قرض ہے۔** کسی چیز کا نام تبدیل کرنے سے اس کی حقیقت تبدیل نہیں ہوجاتی۔اور اسلام کسی بھی چیز کی حقیقت کے اعتبار سے اس پر حکم لگاتا ہے نا کہ اس کے مروّج نام کی بنیاد پر۔

(۵) ان سارے مقدّمات کے ثابت ہوجانے کے بعد یہ بات ہم آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ ہیوی ڈپازٹ کی رائج شکل بھی بالکل واضح سود ہے۔ ہیوی ڈپازٹ کے معاملہ میں **کرایہ دار سود لینے والا** ہے اور **مالک مکان سود دینے والا**۔جس طرح ''دھنی'' سے یا بینک سے لیے جانے والے سودی قرض میں سود دینے والا ایک ''رقم'''' قرض'' لیتا ہے اسی طرح ہیوی ڈپازٹ کی صورت میں مالک مکان ایک ''رقم'' کرایہ دار سے ''قرض'' لیتا ہے۔ دھنی سے یا بینک سے لیے جانے والے سودی قرض میں قرض لینے والا جب تک قرض نہیں لوٹاتا اور ہر مہینے ایک متعین رقم سود کے نام پر دھنی کو یا بینک کو چکاتا ہے۔ ہیوی ڈپازٹ میں بھی مالک مکان جب تک کرایہ دار کا ڈپازٹ نہیں لوٹاتا ہر مہینے کرائے کی رقم جو اس کو کرایہ دار سے حاصل کرنی تھی وہ وصول نہ کر کے سود چکاتا ہے۔

دو شبہات: دینی معاملات کا علم نہ رکھنے والے بعض لوگ ہیوی ڈپازٹ کے حلال ہونے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہیوی ڈپازٹ کا معاملہ دونوں (کرایہ دار اور گھر مالک) کی رضامندی سے طے ہوتا ہے۔لہٰذا ان کی رضامندی کی وجہ سے اس معاملے کو حلال ہونا چاہیے ۔حالانکہ بینک سے اور دھنی سے لیے جانے والے سود میں بھی دونوں کی رضامندی شامل ہوتی ہے۔لیکن کسی معاملہ پر فریقین کے رضامند ہوجانے سے بیع جائز نہیں ہوجاتی۔

بعض حضرات اس کے جواز کے لیے دلیل دیتے ہیں کہ اس معاملہ میں دونوں کا فائدہ ہے اس لیے اس کو حلال ہونا چاہے۔ یہ دلیل بھی انتہائی بودی ہے۔پہلی بات تو یہ کہ کسی چیز میں فائدہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہوتی ۔ ورنہ بینک اور دھنی سے لیے جانے والے سود میں بھی کئی مرتبہ دونوں کا فائدہ ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہیوی ڈپازٹ کے بہت سارے معاملات میں مالک مکان ہیوی ڈپازٹ پر روم دے کر ہیوی ڈپازٹ کسی کاروبار میں لگاتا ہے اور کاروبار فیل ہوجانے کی صورت میں کئی سالوں تک گھر کے کرایہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔اور نقصان اٹھاتا ہے۔ہم ایسے لوگوں کو بھی

جانتے ہیں جو ہیوی ڈپازٹ پر گھر اٹھا کر پھنس چکے ہیں۔ پانچ دس سال سے روم کا ہیوی ڈپازٹ چکا نہیں پا رہے اور ہر مہینے کرائے کے لیے آنے والی رقم کا نقصان برداشت کر رہے ہیں۔

ایک حیلہ: بعض حضرات ایک حیلہ ہیوی کے ذریعہ ہیوی ڈپازٹ کی اس رقم کو حلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس حیلہ کی تشریح کریں۔ اس بات کی وضاحت کر دیں کہ اللہ رب العزّت دل کی نیّتوں کو دیکھتے ہیں۔ کسی حرام چیز کو حلال نام دے لینے سے چیز حلال نہیں ہوجائے گی۔ اللہ کی عدالت کوئی ہمارے ملکوں کی عدالت جیسی نہیں ہے جہاں حیلے سازیاں کر کے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دے دیا جائے۔ لہٰذا ایک بندے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آئے۔ اور سچّائی اور خلوص کے ساتھ معاملہ پر غور کرے۔

بعض حضرات ہیوی ڈپازٹ میں جواز کی شکل پیدا کرنے کے لیے ایک حیلہ یہ تراشتے ہیں کہ اگر کرایہ بالکل معاف کر دیا ہے تو ہیوی ڈپازٹ حرام ہے لیکن اگر کرایہ کے نام پر چھوٹی سی رقم ہر مہینے دے دیا کرے تو ہیوی ڈپازٹ حلال ہے۔

حیلے کا جواب: کرایہ بالکل معاف کر دینے اور کرایہ میں تخفیف کر دینے میں صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں سود زیادہ وصول کیا جائے گا اور تخفیف کی صورت میں کم وصول کیا جائے گا۔ کرایہ بالکل معاف کر دینے کی صورت میں جو علّت حرمت کی پائی جاتی ہے وہی علّت (سبب) کرایہ کی تخفیف میں بھی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا ان میں سے ایک صورت کو حرام اور دوسری کو حلال کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

ظاہری بات ہے کہ ایک گھر جس کا کرایہ پانچ ہزار ہے اگر مالک مکان ہیوی ڈپازٹ وصول کرنے کے بعد اس کا کرایہ محض ایک ہزار لے رہا ہے تو بقیہ چار ہزار کسی خیر خواہی اور بھلائی کرنے کے مقصد سے تو معاف نہیں کر رہا ہے۔ کرائے کے بقیہ چار ہزار روپے جو وہ وصول نہیں کر رہا اس کی وجہ ہیوی ڈپازٹ کی وہ رقم ہے جو اس نے کرایہ دار سے قرض لی ہوئی ہے۔ اور جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ قرض کے بدلہ میں دیا جانے والا یہ نفع ہی سود ہے۔

لہٰذا دونوں صورتوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ کرایہ بالکل نہ لینے کی صورت میں مالک مکان پانچ ہزار سود بھر رہا ہے اور ایک ہزار کرایہ لینے کی صورت میں چار ہزار سود بھر رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں اس فرق کے علاوہ کوئی ایسا فرق نہیں جس کی بنیاد پر کرایہ بالکل معاف کر دینے پر حرام اور کچھ نہ کچھ لے لینے پر حلال کا حکم لگایا جائے۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ ڈپازٹ کے زیادہ یا کم ہونے کا کوئی اثر کرایہ کے کم یا زیادہ ہونے پر نہیں ہونا چاہیے۔

دوسرا حیلہ: بعض حضرات ہیوی ڈپازٹ حلال کرنے کے لیے ایک دوسرا حیلہ اختیار کرتے ہیں۔ اس حیلے کی بنیاد پر یہ کہا جاتا ہے کہ ڈپازٹ کی رقم اصلاً قرض ہے اور اس قرض کے بدلہ میں رقم لینے والے نے کرایہ دار کے پاس گھر گروی رکھا ہوا ہے۔ اس صورت میں قرض دینے والا کرایہ دار نہیں ہے۔ وہ بس اپنے پاس رکھے رہن (گروی) رکھے ہوئے سامان کو استعمال کر رہا ہے۔ اس کے لیے یہ فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس اشکال کے دو جواب ہیں۔

دوسرے حیلے کے جوابات: پہلا یہ کہ ہیوی ڈپازٹ کے معاملہ میں گھر کی حیثیت ''رہن'' کی نہیں ہوتی۔ کیونکہ (۱) اسلامی

شریعت میں قرض اصلاً احسان کی ایک شکل ہے۔جس میں قرض دینے والے کی خالص نیّت قرض لینے والے کے ساتھ بھلائی کرنے کی ہوتی ہے۔قرض لینے والے سے وہ کسی طرح کے دنیاوی مفاد کا خواہش مند نہیں ہوتا۔جبکہ ہیوی ڈپازٹ کی شکل میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرض دینے والا (کرایہ دار) ضرورت مند ہے۔اور قرض (ہیوی ڈپازٹ) دینے کا مقصد بھی اس ضرورت کو پورا کرنا ہے۔

(۲) اسلامی نظام قرض کے حساب سے قرض پر گروی (رہن) رکھا گیا سامان استعمال کے لیے نہیں ہوتا۔نہ قرض دینے والے کا مقصد اس سے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔سامان صرف اس خدشہ کے تحت گروی رکھا جاتا ہیکہ اگر قرض دار نے قرض واپس نہ لوٹایا تو اس کا گروی رکھا ہوا سامان ضبط کرلیا جائیگا۔لیکن ہیوی ڈپازٹ کی شکل میں ''گھر'' کی حیثیت محض ''رہن'' کی نہیں ہوتی۔بلکہ گھر قرض دینے والے کی ضرورت ہوتا ہے جس کو استعمال کرنے کی شرط پر اس نے قرض دیا ہے۔

(۳) ہیوی ڈپازٹ عام قرض کی طرح ''احسان'' نہیں ''معاوضہ'' کی بنیاد پر ہوتا ہے۔یہاں قرض دینے والا کرایہ دار قرض لینے والے مالک مکان سے شرطیہ نفع کا خواہشمند ہوتا ہے۔

(۴) عام قرض کی صورت میں صرف قرض لینے والا ضرورت مند ہوتا ہے۔قرض دینے والا ضرورت مند نہیں ہوتا۔قرض دینے والا کوئی سامان صرف اپنی تسکین اور اطمینان کے لئے لیتا ہے۔وہ گروی رکھی ہوئی چیز کا خواشمند اور ضرورت مند نہیں ہوتا۔جبکہ ہیوی ڈپازٹ کی شکل میں قرض لینے والے کے ساتھ قرض دینے والا بھی ضرورت مند ہوتا ہے۔قرض لینے والے کو پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔جو وہ ہیوی ڈپازٹ کی شکل میں وصول کرتا ہے اور قرض دینے والے کو مفت یا کم کرائے میں گھر کی ضرورت ہوتی ہے جو وہ قرض لینے والے سے حاصل کرتا ہے۔

دوسرا جواب اس حیلے کا یہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ہیوی ڈپازٹ میں گھر کی حیثیت ''رہن'' کی ہے تو بھی:

(۱) قرض کے بدلہ میں گروی (رہن) رکھے گئے سامان سے فائدہ اٹھانے کو بھی سود ہی کہا جاتا ہے۔ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ''

فإن أذن الراهن للمرتهن في الانتفاع بغير عوض، و كان دين الرهن من قرض ،لم يجز ، لأنه يحصل قرضا يجر منفعة ، وذالک حرام''[المغنی ۴/ ۴۳۱]-یعنی اگر گروی رکھے ہوئے سامان سے قرض دار نے قرض دینے والے کو استعمال کرنے کی اجازت دے بھی دی ہو تو بھی اس کا استعمال کرنا اس پر حرام ہے کیونکہ یہ قرض کے بدلہ میں حاصل ہونے والا نفع ہے۔جو کہ حرام ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گروی رکھی ہوئی چیز کے استعمال کی اجازت صرف اسی صورت میں دی ہے جب گروی رکھی ہوئی چیز پر قرض دینے والا خرچ کر رہا ہو۔لہٰذا جتنا وہ گروی رکھی ہوئی چیز پر خرچ کر رہا ہے اتنا خرچ نکالنے کے لیے وہ گروی رکھی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔لیکن اگر فائدہ خرچ سے زیادہ اٹھا رہا ہے تو زائد استعمال سود شمار ہوگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔ (صحيح البخاری ، كتاب الرهن، باب الرهن

مرکوب ومحلوب) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''رہن کے جانور پراس کے خرچ کے عوض سواری کی جائے اور دودھ دینے والا جانور خرچ کے عوض دوہا جائے اگر وہ گروی ہو۔''

حماد بن سلمہ کی روایت اس سے بھی زیادہ صریح ہے۔جس کے الفاظ ہیں: **إِذَا ارْتَهَنَ شَاةً شَرِبَ الْمُرْتَهِنُ مِنْ لَبَنِهَا بِقَدْرِ ثَمَنِ عَلَفِهَا فَإِنِ اسْتَفْضَلَ مِنَ اللَّبَنِ بَعْدَ ثَمَنِ الْعَلَفِ فَهُوَ رِبًا ۔[فتح الباری لابن حجر، دار المعرفة -بیروت:۱۴۴/۵]۔''** یعنی اگر کسی کے پاس کوئی بکری گروی رکھی گئی ہو تو وہ جتنا بکری کے چارے پر خرچ کررہا ہے اتنا ہی اس کا دودھ پی سکتا ہے۔لیکن اگر چارے پر جتنا خرچ کیا ہے اس سے زیادہ کا دودھ پیا تو یہ دودھ ''سود'' ہوگا۔''

شیخ ابن عثیمین کا فتوی: شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ ''الشرح الممتع '' میں کہتے ہیں: قرض میں شروط کی مثال جو نفع لائے یہ ہے کہ: ایک آدمی کسی شخص کے پاس آیا اور کہنے لگا'' میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے ایک لاکھ بطور قرض دو'' تو اس نے کہا'' لیکن میں تیرے مکان میں ایک ماہ رہوں گا'' تو یہاں قرض لینے والے نے قرض دینے والے کو نفع دیا ہے اور **یہ حرام ہے اور جائز نہیں** کیونکہ قرض میں اصل تو قرض لینے والے پر احسان اور نرمی ہے، لہٰذا جب اس میں شرط آجائے تو یہ معاوضہ میں شامل ہو جائے گا، اور جب بطور معاوضہ ہو تو یہ نقد اور ادھار سود پر مشتمل ہے۔

مثلاً: جب مجھ سے کسی نے ایک لاکھ قرض لیا تو میں نے اس پر یہ شرط لگا دی کہ میں اس کے مکان میں ایک ماہ رہائش رکھوں گا، تو گویا کہ میں نے ایک لاکھ کو ''مکان میں ایک ماہ کی رہائش کے بدلے میں'' فروخت کیا، اور یہ مدت کا (ادھار) سود ہے، کیونکہ اس میں عوض کی سپردگی میں تاخیر ہے، اور ربا الفضل ہے کیونکہ اس میں زیادہ ہے۔اسی لیے علماء کرام کا کہنا ہے کہ ''جو قرض بھی نفع لائے وہ حرام ہے''[**الشرح الممتع ۶۴/۴**]۔

ایک جائز متبادل: مالک مکان کو ایک ساتھ خطیر رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔یہی ضرورت اس کو گھر ہیوی ڈپازٹ پر اٹھانے پر مجبور کرتی ہے۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک جائز متبادل شریعت میں یہ ہے کہ آپ کئی سالوں کا کرایہ ایک ساتھ بڑی رقم کی صورت میں وصول کر کے وہ رقم اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔اور اس طرح بڑی رقم وصول کرنا اور اس کا استعمال میں لانا آپ کے لیے جائز ہے۔کیونکہ اس صورت میں یہ رقم ڈپازٹ کی نہیں کرائے کی ہے۔مثلاً اگر آپ کے گھر کا کرایہ دس ہزار ہے تو آپ تین سال کے حساب سے تین لاکھ، ساٹھ ہزار کرایہ ایک ساتھ وصول کر لیں۔

ایسی صورت میں آپ کرائے میں تخفیف بھی کر سکتے ہیں۔تاکہ کرایہ دار بھی بڑی رقم دینے کے لیے تیار ہو جائے۔مثلاً کسی گھر کا کرایہ ماہانہ دس ہزار ہے۔لیکن مالک مکان کو فوری طور پر بڑی رقم کی ضرورت ہے تو وہ تین سال کا کرایہ بیک وقت لینے کے لیے ساٹھ ہزار کم کر کے تین لاکھ روپے وصول کر سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ حلال سے ہماری ضرورتوں کو پورا کردے اور حرام سے نفرت ہمارے دلوں میں ڈال دے اور اس سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

مسائل ماہ رمضان

سوال: روزہ کی نیت کس طرح کی جائے گی اور کیا ہر روز کیلئے الگ الگ نیت ضروری ہے؟

جواب: نیت دل کے ارادہ کا نام ہے اس کے لئے کسی عمل یا تلفظ کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ اگر کوئی آدمی رات کے آخری حصہ میں سحری کھائے تو یہ روزہ رکھنے کی نیت سے ہے اور یہی روزے کی نیت کیلئے کافی ہے کیونکہ کوئی عاقل آدمی جب ارادی طور پر کوئی کام کرتا ہے تو صرف اس کام کا کرنا ہی اس کے لئے نیت ہوتی ہے الگ سے نیت کرنا یا اس کے لئے مخصوص الفاظ کا استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے سوائے اس آدمی کے جو پاگل ہو، بے ہوش یا نیند میں ہو تو ایسے لوگوں کو ارادی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں، اسی طرح رمضان کے شروع میں پورے ماہ کے روزے کی نیت کرنا ہی کافی ہے ہر روز الگ الگ نیت کرنا یا روزانہ نیت کی تجدید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاوی فی احکام الصیام للشیخ عثیمین ص:۱۷۶-۱۷۷)

سوال: روزہ کی حالت میں انجکشن وغیرہ لینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انجکشن دو طرح کے ہوتے ہیں: (۱) طاقت پہونچانے والے انجکشن (۲) عادی انجکشن جو کسی مرض کیوجہ سے لگائے جاتے ہیں جن میں طاقت پہونچانے کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلی قسم کے انجکشن جیسے گلوکوز یا طاقت پہونچانے والی سوئیاں وغیرہ تو ان کا حکم یہ ہے کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے انھیں روزہ کی حالت میں استعمال کرنا یا لگوانا جائز نہیں اور دوسری قسم کے انجکشن جو بلا طاقت اور غذائیت والے ہوتے ہیں ان کو وقت ضرورت لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اگر انھیں بھی رات کیلئے مؤخر کیا جاسکتا ہو تو بہتر اور اولیٰ ہے۔ (فتاوی شیخ ابن باز رحمہ اللہ: ۲۵۹/۱۵، فتاوی احکام الصیام للشیخ عثیمین رحمہ اللہ: ۲۱۶-۲۱۹)

سوال: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، آنکھ، کان اور ناک میں ڈالی جانے والی دواؤں کا استعمال کرنا شرعاً کیسا ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائیگا؟

جواب: علماء کے صحیح قول کے مطابق روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ، برش، آنکھ، کان میں ڈالی جانے والی دوا کے

استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ روزہ دار کو چاہئے کہ ان میں سے کسی بھی چیز کے حلق میں جانے اور نگلنے سے بالکلیہ پرہیز کرے، لیکن اگر ناک کے راستے کوئی چیز ڈالی جائے تو یہ شرعاً ممنوع ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے روزہ کی حالت میں ناک میں شدت سے پانی ڈال کر حالت وضو میں کھینچنے سے منع فرمایا ہے۔(ترمذی:۷۸۸،ابوداؤد:۱۴۲،مزید دیکھئے فتاوی ابن باز :۱۵/۲۶۰-۲۶۲)

سوال: روزہ کی حالت میں اگر کسی کو قئے ہوجائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائیگا؟

جواب: قئے کی دوصورتیں ہیں:(۱) بلاتعمد اور قصد کے کسی بیماری یا پیٹ کی خرابی یا کھانے کی بدہضمی کی وجہ سے ہوتو شرعاًاس میں کوئی حرج نہیں ہےاوراس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲) بالقصد اگر کوئی روزہ دار جان بوجھ کر قئے کرے تو یہ روزہ توڑنے کا سبب ہے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا حدیث نبوی ہے کہ "من ذرعه القئ فلا قضاء عليه ومن استقاء فعليه القضاء" یعنی جس کو قئے خود بخود ہوگئی تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جس نے جان بوجھ کر قئے کیا تو اس پر قضاء ہے۔(ابن ماجہ:۱۶۷۶،بسند صحیح)

چنانچہ جان بوجھ کر قئے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا اور اس کی قضاءضروری ہے۔(فتاوی ابن باز رحمہ اللہ:۱۵/۲۶۵)

سوال: کیا عورتیں نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرسکتی ہیں؟

جواب: عورت دیگر نمازوں کی طرح تراویح کی نماز کیلئے بھی مسجد جاسکتی ہے اگر مسجد میں عورتوں کیلئے شرعی پردہ کا انتظام ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں ایک دفعہ مردوں کے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی تراویح کی نماز میں شامل کیا، روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے رمضان میں تیسری مرتبہ ہمیں تراویح کی نماز پڑھائی اور اپنے گھر والوں اور بیویوں کو بھی بلایا اور دیر تک قیام کیا یہاں تک کہ ہمیں خوف ہوگیا کہ سحری کا وقت ختم ہوجائیگا۔ (دیکھئے:صحیح سنن الترمذی رقم:۶۴۶)

سوال: چاندی اور سونے کے زیور کی زکوۃ ہر سال دینی چاہئے یا فقط ایک مرتبہ؟ نیز چاندی کے زیور کو جس میں عموماً ملاوٹ ہوتی ہے معدنی خالص چاندی کے حکم میں کس طرح سمجھا جاوے تاآنکہ اصلی چاندی کی زکوۃ کا حکم اس پر جاری ہوسکے؟

جواب: چاندی اور سونے کے زیوروں کی زکاۃ بشرط نصاب ہر سال دینی ضروری ہے ابن حزم لکھتے ہیں کہ:"فانه قد حقق تكرر وجوب الزكاة فى الحلى كل عام بلا مزيد عليه" یہ بات پائے تحقیق کو پہونچ چکی ہے کہ زیورات میں ہر سال بلا اس پر زیادتی کے زکاۃ واجب ہے۔(محلی ابن حزم:۶/۸۰) اسی طرح زیور میں اگر ملاوٹ برائے نام ہے تو اس کا اعتبار نہیں اس قدر ملاوٹ والا زیور بقدر نصاب ہوگا تو اس میں زکوۃ فرض ہوجائے گی اور اگر ملاوٹ زیادہ اور کافی مقدار میں ہے تو خالص چاندی اور ملاوٹ کا صحیح اندازہ کریں اگر اس اندازہ اور حساب کے بعد زیور کی اصلی چاندی نصاب کو پہونچ جائے تو

اس میں زکاۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ (دیکھئے: فتاوی شیخ الحدیث: ۳۶/۲-۳۷)

سوال: وہ کون کون سے عذر ہیں جن کی وجہ سے شرعی طور پر روزہ چھوڑنا جائز اور درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: شرعی طور پر ہر مسلمان عاقل بالغ پر رمضان کے روزے فرض ہیں لیکن اگر کسی شخص کو کوئی عذر لاحق ہو جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضاء کرے یا مسکین کو کھانا کھلادے جن عذروں کیوجہ سے روزے چھوڑے جاسکتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) بیماری اور مرض کیوجہ سے (۲) سفر کی وجہ سے

(۳) حاملہ عورت جسے اپنے نفس یا اپنے حمل کے بچے کی جان کا خطرہ ہو۔

(۴) دودھ پلانے والی عورت جسے روزہ رکھنے کیوجہ سے اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو۔

(۵) کسی معصوم جان کو ہلاکت جیسے ڈوبنے یا جلنے سے بچانے کیلئے اگر بچانے والے کو روزہ توڑنے کی ضرورت پڑ جائے تو جائز ہے۔

(۶) جہاد فی سبیل اللہ میں بدنی طاقت برقرار رکھنے کیلئے۔

چنانچہ اگر کسی انسان کو کوئی عذر لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ روزہ توڑ دے تو اس کے لئے جائز ہے کہ بقیہ دن روزے سے نہ رہے کیونکہ عذر کیوجہ سے اس دن کی حرمت ختم ہوگئی چنانچہ اگر کوئی دن کے بعض حصے میں شفایاب ہو جائے اور اس پر بقیہ دن کے روزے ضروری نہیں ایسے ہی معاملہ مسافر یا دیگر اصحابِ اعذار کا ہے کہ اگر انھوں نے عذر کیوجہ سے روزہ چھوڑ دیا تو پھر دن میں ہی عذر ختم ہو گیا تو بقیہ دن کے روزہ نہیں ہے۔ بعد میں اس کی قضاء کرنا یا قضاء کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں فدیہ دینا ضروری ہے۔ (فتاوی فی أحکام الصیام / شیخ عثیمین ص:۱۰۹-۱۱۰)

سوال: بیمار آدمی کیلئے روزہ رکھنے اور چھوڑنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیا ہر بیماری میں روزہ چھوڑا جاسکتا ہے وضاحت کریں؟

جواب: اسلامی فقہ میں بیماری کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسا مریض اور بیمار آدمی جسکے شفایابی کی امید ہو جیسے کہ اچانک کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو کر شفا پانے والا تو ایسے آدمی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ بیماری کی مدت میں روزہ چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضا کرے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: "فمن كان منكم مريضا اوعلى سفر فعدة من ايام أخر" پھر جو تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پورے کرے۔ لیکن اگر بیماری جاری رہے اور اسی میں آدمی وفات پا جائے تو اس پر قضاء نہیں ہے۔

(۲) ایسا مریض جس کی بیماری سے شفایابی کی امید نہ ہو جیسے شکر یعنی ذیابطیس کی سنگین بیماری، کینسر وغیرہ کی بیماری یا وہ تمام بیماریاں جس میں شفایابی کی امید نہ ہو اور مستقل آدمی اس میں مبتلا ہو تو ایسے شخص کیلئے جائز ہے کہ وہ رمضان کے روزے نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کہ: (فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) چاہے تو مسکین کو ایک دن کا کھانا یا کھانے کی اشیاء دے دے اور ایسا ہر روز کرے یا تو تیس مسکینوں کو اکٹھا کرے اور پورے مہینے کے عوض کھانا کھلا دے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کرتے تھے۔(ملخص ازفتاوی فی احکام الصیام/العثیمین ص:۱۱۱-۱۱۲)

سوال : کتنی دوری کے سفر میں روزہ توڑا جاسکتا ہے واضح کریں؟

جواب : سفر کی کوئی حد یا دوری مقرر نہیں کی ہے بلکہ ہر وہ سفر جو لوگوں کے عرف میں سفر کہا جاتا ہو وہ سفر شمار ہوگا اور اس میں روزہ چھوڑنا جائز ہوگا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تین فرسخ کی دوری کا سفر کرتے تو نماز قصر کرتے تھے۔(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین رقم:۶۹۱)

قرآن مجید میں قصر کے تعلق سے جو حکم وارد ہے اس میں مطلقاً سفر کا ذکر ہے جس کی کوئی حد متعین نہیں ارشاد باری ہے کہ (وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ) ترجمہ: جب تم سفر پر جارہے ہو تو تم پر نمازوں کے قصر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔(النساء:۱۰۱)

اس آیت میں مطلقاً ضرب کا ذکر ہے جو ہر ضرب کو شامل ہے اور اس سے مقصود سفر ہے اس طرح دوسری آیات: (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ) تم میں سے جو مریض ہو یا سفر پر ہو (تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر تعداد پوری کرے) (البقرۃ: ۱۸۴) اور آیت مبارکہ: (وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ) اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔(المائدۃ:۶) وغیرہ میں سفر کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاتی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ سفر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے حدیث میں بھی مطلقاً سفر کا ذکر وارد ہے۔عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ :"فکان لایزید فی السفر علی رکعتین" کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے (بخاری : کتاب الجمعۃ رقم ۱۱۰۲، مسلم:۶۸۹)

بعض علماء نے سفر کے لئے حد مقرر کی ہے جس کی کوئی صحیح اور واضح دلیل نہیں ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جس میں اہل مکہ کو چار برید یعنی اڑتالیس میل سے کم مسافت پر قصر نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہیں ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عبدالوہاب بن مجاہد ہے جو متروک ہے قابل حجت نہیں۔(بلوغ المرام: ۳۴۹، میزان الاعتدال: ....)

اسلئے راجح بات یہ ہے کہ جتنی مسافت کو عرف عام میں سفر تصور کیا جاتا ہے وہاں قصر پڑھ لی جائے اور اسی طرح اگر مشقت وتکلیف زیادہ ہو تو روزے بھی چھوڑے جاسکتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم شوکانی اور دیگر محققین اہل علم کا قصر کے سلسلے میں یہی قول ہے۔(دیکھئے مجموع فتاوی: ۲۴/۵۱، زاد المعاد:۱/۴۸۱، نیل الاوطار: ۲/۲۸۰، فقہ الحدیث /عمران لاھوری:۱/۵۷۳، فقہ السنۃ/سید سابق:۱/۲۴۸...)

❖ ❖ ❖

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی سالانہ کارکردگی کا ایک خاکہ

دفتر صوبائی جمعیت

الحمدللہ! صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی بساط بھر اپنے دائرہ کار میں سرگرم عمل ہے اور اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ جماعت وملت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہی ہے اور اس کی سرگرمیاں جماعتی حلقوں میں معروف ہیں، ذمہ داران کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جمعیت موجودہ دور کے تقاضوں سے پوری طرح ہم آہنگ ہوجائے اور ہر آنے والا دن بہتر سے بہترین کارکردگی کا حامل بن جائے۔ یہ کام یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد پوری جماعت کی فکرمندی اور تعاون ہی سے پورا ہوسکتا ہے اور جمعیت کو بفضلہٖ تعالیٰ جماعت کا تعاون حاصل ہے۔ ذیل میں جمعیت کی سرگرمیوں کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

شعبۂ تنظیم ورابطہ عامہ:

- صوبائی جمعیت اہل حدیث کا حلقۂ عمل ودائرہ کار ممبئی وتھانہ اور دیار کوکن کے تمام اضلاع ہیں۔
- صوبائی جمعیت کے تحت ضلعی جمعیتوں کے ۱۱ر حلقے ہیں۔ اور مقامی جمعیتوں کے ۱۰۰ر سے زائد حلقے ہیں۔
- صوبائی جمعیت تمام حلقوں میں تنظیمی سرگرمیوں کا جائزہ لیتی رہتی ہے اور اضلاع کے ذمہ داران کی توجہ مختلف ضروری اور مطلوبہ سرگرمیوں کی طرف مبذول کراتی رہتی ہے اور وقتاً فوقتاً ضلعی امراء ونظما کی مشاروتی مجالس بھی منعقد کی جاتی ہیں اور ان میں مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوتا ہے۔
- ابھی جلد ہی ضلعی جمعیت اہل حدیث تھانہ کو مقامی حلقوں کے طلب کی بنا پر امیر ضلعی جمعیت کی رضامندی کے ساتھ تقسیم کیا گیا ہے۔
- اور تھانے سے الگ ہوکر مستقل ضلع کی حیثیت اختیار کرنے والے پال گھر میں جمعیت سازی کے لئے ایڈ ھاک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔
- آئندہ ان شاء اللہ جلد ہی صوبائی پیمانے پر تنظیمی کنونشن کے انعقاد کا منصوبہ ہے۔
- مجلس عاملہ اور عہدیداران کی میٹنگیں منعقد ہوتی رہی ہیں۔
- صوبائی جمعیت کی مجلس شوری کا اجلاس مورخہ ۱۶؍اگست ۲۰۱۵ء بروز اتوار صبح ۱۱ر بجے تا نماز ظہر امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی مولانا عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ منعقد ہوا تھا۔

شعبۂ دعوت:

- حسب سابق امسال بھی ماہانہ اجتماعات کا سلسلہ جاری ہے۔

- جمعیت کے دعاۃ متعدد حلقوں میں ہفتہ واری دروس میں شرکت کرتے ہیں نیز روزانہ کے دروس کا سلسلہ بھی بعض دعاۃ کی طرف سے جاری ہے۔
- جمعیت نے امسال حج ہاوس میں مورخہ ۳۰/اگست ۲۰۱۵ء بروز اتوار بعد صلاۃ عصر تا عشاء ایک انتہائی کامیاب عظمت حرمین شریفین وحج تربیتی کانفرنس کا انعقاد کیا۔
- ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار ائمہ ودعاۃ کی تربیت اور تدریب کے لئے صبح دس بجے سے صلاۃ مغرب تک مسجد اہل حدیث کاپڑیا نگر کرلا میں دورۂ تدریبیہ برائے ائمہ ودعاۃ کا انعقاد کیا گیا جس کے متعلق شرکاء کے تاثرات یہ تھے کہ اس طرح کے متعدد پروگراموں کی ضرورت ہے۔(اس پروگرام میں سوا سو سے زائد مساجد کے تقریباً ۱۷۰/ائمہ ودعاۃ نے شرکت کی)
- اسی پروگرام میں بعد صلاۃ مغرب تا دس بجے شب عوام کے لئے اجلاس عام کا بھی انعقاد کیا گیا۔
- ۹-۱۰/جنوری ۲۰۱۶ء بروز سنیچر واتوار بمقام صوفی عبدالرحمان گراؤنڈ (جھولا میدان) بائیکلہ دوروزہ پیام انسانیت کانفرنس عظیم الشان کامیابی سے ہمکنار ہوئی، اور ملک کے متعدد نامور علماء وخطباء نے قرآن وسنت کے گرانقدر پیغامات ملت کے سامنے پیش کئے اور حالات حاضرہ کے متعلق بہترین رہنمائی کی۔
- مورخہ ۱۰/جنوری بروز اتوار بمقام محفل ہال سانکلی اسٹریٹ مدن پورہ ممبئی ایک سمپوزیم بعنوان اسلام اور رواداری منعقد ہوا جس میں جماعتی علماء کے علاوہ دیگر مسالک کے علماء نیز سیاسی، سماجی اور صحافتی دنیا کی شخصیات نے بھی شرکت کی اور انتظامیہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اسسٹنٹ پولیس کمشنر اے ٹی ایس پونہ نے بھی اس پروگرام میں شرکت کی، اور عوام کے علاوہ میڈیا نے بھی اس کے متعلق عمدہ تاثرات پیش کئے۔
- ۳/اپریل ۲۰۱۶ء بروز اتوار جامعۃ الرشاد کرلا میں ٹرسٹیان مساجد اہل حدیث کے لئے ایک مشاورتی اجلاس منعقد ہوا جس میں متعدد امور پر تبادلۂ خیال کیا گیا اور کئی اہم تجاویز سامنے آئیں۔ اس میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ جمعیت کی مختلف تعلیمی وتربیتی سرگرمیوں کے لئے مضافات میں ایک زمین خریدی جائے۔ نیز یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ اس طرح کی نشستیں سال میں ایک سے زائد بار رکھی جائیں۔
- صوبائی جمعیت کے ذمہ داران دیگر اداروں کے دعوتی وتربیتی اجتماعات اور کانفرنسوں میں بھی شرکت کرتے ہیں اور حسب طلب ملک کے دیگر خطوں میں بھی جاتے ہیں۔
- جماعت اور منہج مخالف سرگرمیوں کا بروقت تدارک اور حسب ضرورت کارروائیاں بھی اس شعبے کی ذمہ داریوں کا حصہ ہیں۔
- شعبۂ دعوت اور دیگر سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے امسال مزید تین دعاۃ کا تقرر کیا گیا ہے۔

شعبۂ تعلیم وتربیت:

اس شعبے کا مقصد طلباء میں تعلیمی رجحان کو بڑھانا اور ان کے اندر حصول علم کے لئے مسابقتی جذبہ پیدا کرنا ہے، نیز ان کی تعلیمی

رہنمائی اور کمزور طلباء کا تعاون بھی منصوبوں کا حصہ ہے۔

● طلباء کے درمیان مذاکرۂ علمیہ کے عنوان سے مختلف میدانوں میں مسابقوں کا اہتمام جمعیت کی سرگرمیوں میں داخل ہے، ماضی میں اس سرگرمی میں انقطاع کے باوجود مستقبل میں جمعیت اس کے لئے پر عزم ہے۔

● صوبائی جمعیت متعدد مکاتب میں مدرسین کی تنخواہوں کے مد میں بھی تعاون کرتی ہے۔

● مورخہ ۲۹ر نومبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی ایک تعلیمی مظاہرے کا انعقاد کیا گیا جس میں ممبئی اور مضافات کے تقریباً پچاس مدارس اور اسکولوں کے تین سو سے زائد طلباء وطالبات نے مقابلۂ قرأت، حفظ ادعیہ اور سیرت کوئز میں حصہ لیا اور اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کیا، اور آٹھ گروپوں میں مختلف اداروں کے کہنہ مشق اور تعلیم وتربیت میں مہارت رکھنے والے ۲۴ر مدرسین نے حکم کے فرائض انجام دیئے۔

متعدد احباب جماعت نے اس پروگرام کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ اونچی جماعتوں کے طلباء کے لئے بھی اس طرح کے پروگرام منعقد کئے جائیں، نیز حفظ حدیث اور مضمون نویسی کا مقابلہ بھی شروع کیا جائے۔

مذکورہ شعبوں کے علاوہ حسب ذیل شعبے بھی مختلف قسم کی خدمات انجام دے رہے ہیں، اور ان کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہوجاتا جارہا ہے۔

شعبۂ افتاء وتصفیہ معاملات:

یہ جمعیت کا کافی فعال شعبہ ہے، جمعیت کے مفتی صاحب مختلف مسائل پر آنے والے استفتا کا جواب باقاعدگی سے دیتے ہیں، تحریری وزبانی دونوں طرح سے یہ سرگرمی جاری ہے۔

● طلاق وخلع جیسے مسائل میں بھی جمعیت کے ذمہ داران صلح صفائی اور نزاعات کے خاتمے کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرتے ہیں اور فریقین کے لئے اپنے وقت کا بڑا حصہ صرف کرتے ہیں اور ان کی خیر خواہی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے ہیں۔

● دیگر امور میں بھی باہمی نزاعات کے خاتمے کے لئے جو لوگ جمعیت سے رجوع کرتے ہیں ذمہ داران ان کی طرف پوری توجہ دیتے ہیں۔

● جماعتی احباب یا علماء کے لئے اگر مشیئت الٰہی سے جماعتی یا ملی اعتبار سے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو جمعیت امکانی تعاون کے لئے ہمیشہ تیار رہتی ہے اور ماضی میں کئی معاملات میں جمعیت نے اپنا کردار بخوبی نبھایا ہے اور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح کی کوششیں صرف کی گئی ہیں۔ وللہ الحمد۔

صوبائی جمعیت کا دفتر:

صوبائی جمعیت کا دفتر کرلا بس ڈپو کے سامنے واقع ہے اور صبح دس بجے تا شب آٹھ بجے تک مختلف خدمات کیلئے پابندی سے کھلا رہتا ہے۔

● دفتر میں شہر و بیرون شہر بلکہ بیرون صوبہ سے آنے والے مہمانوں کا استقبال کیا جاتا ہے اور مختلف امور کے سلسلے میں ان کی رہنمائی اور تعاون کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

لائبریری:

تحقیق و تالیف اور افتاء کا کام کرنے والے اہل علم کے مراجعہ ومطالعہ کے لئے دفتر میں ایک لائبریری بھی قائم ہے، جس میں عربی اور اردو زبان کی متعدد کتابیں مختلف موضوعات پر موجود ہیں۔

شعبہ تحقیق و تالیف وترجمہ:

اس شعبے کے تحت مختلف اہم ترین موضوعات پر دسیوں کتابیں اب تک لکھی اور تیار کی جا چکی ہیں، نیز مختلف قسم کے دعوتی پمفلٹ، فولڈر اور کتابچے وغیرہ بھی تیار کئے گئے ہیں اور مزید کتابوں کے ترجمے، تالیف اور ترتیب کا کام جاری ہے۔

شعبۂ نشر واشاعت:

اس شعبے کے تحت مختلف کتابیں منظر پر آئی ہیں اور یہ کتابیں بڑی تعداد میں مفت تقسیم ہوئی ہیں، اس شعبہ کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی ایک سرسری فہرست حسب ذیل ہے:

شعبۂ تقسیم کتب:

جمعیت کی شائع کردہ کتابوں کی مفت تقسیم کے علاوہ صوبائی جمعیت دیگر اداروں کی مطبوعات اور تراجم قرآن ان اداروں کے تعاون سے مسلسل تقسیم کرتی رہتی ہے۔

صوبائی جمعیت کا کلینڈر:

صوبائی جمعیت پورے اہتمام کے ساتھ مفید معلومات اور مناسب دعاؤں پر مشتمل نہایت ہی خوشنما اور دیدہ زیب کلینڈر منظر عام پر لاتی ہے جس میں نماز کے اوقات بھی ہوتے ہیں، یہ کلینڈر جماعتی وغیر جماعتی احباب کی طرف سے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے اور اس کی کھپت ہزاروں کی تعداد میں ہوتی ہے مگر طلب اس سے بھی زیادہ رہتی ہے۔

رمضان کا ٹائم ٹیبل:

یہ کام بھی صوبائی جمعیت کی طرف سے مستقل ہوتا ہے اور صوبائی جمعیت کے حلقوں میں بڑی تعداد میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الجماعۃ:

صوبائی جمعیت نے ''الجماعۃ'' نامی پرچہ کا اجرا کیا تھا جس کی ماہانہ اشاعت کا منصوبہ تھا۔ مگر کچھ دشواریوں کے پیش نظر مختلف مناسبتوں سے اس کے متفرق شمارے نکلتے رہے جن میں تسلسل نہیں تھا، مگر اب الحمدللہ کچھ مہینوں سے پرچہ مسلسل نکل رہا ہے، رجسٹریشن کی کارروائی جاری ہے اور امید ہے کہ اب ان شاءاللہ پرچہ وقت کی پابندی کے ساتھ ہر ماہ نکلتا رہے گا۔

شعبۂ توصیات وتزکیات:

صوبائی جمعیت مقامی وغیر مقامی مستحق اداروں کے لئے توصیات کا اجرا بھی مستقل طور پر کرتی رہتی ہے۔

جماعتی مسائل کے حل کی کوشش:

مختلف مقامات پر کبھی کبھی جماعتی افراد کے درمیان نامناسب حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن کا تعلق تنظیم یا مساجد ومدارس سے ہوتا ہے، ایسے معاملات میں ذمہ داران جمعیت ان حالات کے خاتمے کے لئے پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور الحمدللہ اکثر وبیشتر اس کے نتائج بہت عمدہ اور خوش کن ہوتے ہیں۔

● کبھی کبھی غیر جماعتی عناصر کی طرف سے جماعت اور افراد جماعت کے خلاف نامناسب سرگرمیاں بھی سامنے آتی ہیں، ایسے حالات میں جمعیت کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اشتعال کے بغیر نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ ان مسائل کو حل کیا جائے اور جمعیت ہر سطح پر اس کے لئے اپنی کاوشیں صرف کرتی ہے اور بحمد للہ بہت سے مسائل اسی طرح حل بھی ہوئے ہیں۔

صوبائی جمعیت کا ریلیف فنڈ:

صوبائی جمعیت مختلف قدرتی آفات اور ناگہانی حالات میں شہر ممبئی اور ملک کے مختلف حصوں میں امداد کا کام کرتی ہے۔

شعبہ رفاہ عامہ:

خواہش اور ضرورت کے باوجود جمعیت کی مستقل آمدنی کا کوئی نظم نہیں بنایا جاسکا ہے، نہ متفرق طور پر ہی اس کی آمدنی ضرورتوں کے مطابق ہے تاہم جو کچھ بھی آمدنی احباب کے تعاون سے حاصل ہوتی ہے جمعیت اس کے ذریعہ بیماروں، ضرورتمندوں اور ناداروں کی ممکنہ مدد کرتی ہے، نیز کئی مکاتب کے لئے مدرسین کی تنخواہوں میں بھی تعاون کیا جاتا ہے۔

شعبۂ صحافت (الجماعۃ) کی دینی وصحافتی خدمات کے ساتھ:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا الکٹرانک میڈیا

فی الحال ویب سائٹس پر پیش کی جانے والی تازہ بہ تازہ سرگرمیوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) صوبائی جمعیت اہل حدیث کے ہونے والے اجتماعات کے اشتہارات۔

(۲) پروگرام کے ویڈیو اور آڈیو۔

(۳) ماہانہ میگزین الجماعۃ آن لائن۔PDF

(۴) خطبہ جمعہ کے آڈیو۔

(۵) جمعیت سے شائع کردہ کتابیں (کچھ موجود ہیں اور کچھ پر کام چل رہا ہے)

جمعیت کی ویب سائٹ : www.ahlehadeesmumbai.org

فیس بک اکاؤنٹ : subaijamiatahlehadeesmum

ٹویٹر اکاؤنٹ : @JamiatSubai/twitter.com

یوٹیوب چینل : SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

ایس ایم ایس الرٹ چینل: Jamiat

جمعیت کا عمومی ای میل آئی ڈی: ahlehadeesmumbai@gmail.com

مجلہ ''الجماعۃ'' کا ای میل آئی ڈی: aljmaahmonthly@gmail.com

واٹس ایپ نمبر:

(ان شاء اللہ عنقریب)

مکتبہ : صوبائی جمعیت کی جانب سے جماعتی کتابوں کی فراہمی کے مقصد سے ایک مکتبہ کا بھی افتتاح الحمدللہ کیا جاچکا ہے۔اور اس میں مختلف موضوعات پر قیمتاً کتابیں دستیاب ہیں۔

شعبہ مالیات : جمعیت کے مستقل ومتفرق اخراجات حسب ذیل ہیں:

۱۔ دعاۃ اوراسٹاف کی تنخواہ۔
۲۔ اجتماعات پر آنے والے اخراجات۔
۳۔ کتابوں اورفولڈروں کی طباعت کے اخراجات۔
۴۔ مکاتب کا مالی تعاون۔
۵۔ مختلف قسم کے ضرورتمندوں کا تعاون۔
۶۔ دفتری اخراجات۔
۷۔ مسابقوں وغیرہ پر آنے والے اخراجات۔
۸۔ دیگر متفرق اخراجات۔

مذکورہ مدوں میں ہونے والے سالانہ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تیس لاکھ روپئے ہے۔

ذریعۂ آمدنی :

جمعیت کا کوئی مستقل ذریعۂ آمدنی نہیں ہے،اس کے جملہ اخراجات احباب جماعت کے رمضانی وغیر رمضانی تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔

جمعیت کے ساتھ تعاون کی شکلیں:

۱۔ نقد رقومات کے ذریعہ۔
۲۔ دعاۃ کی کفالت اوران کی تنخواہ کی ذمہ داری۔
۳۔ اشاعت کتب کے اخراجات کی فراہمی۔
۴۔ مدرسین مکاتب کی تنخواہوں میں تعاون۔
۵۔ طلباء کے اسکالرشپ وغیرہ میں تعاون۔
۶۔ بیماروں کے علاج کے لئے تعاون۔
۷۔ مساجد کی تعمیر میں تعاون۔
۸۔ ریلیف فنڈ میں تعاون۔

۹۔ اجتماعات اور دعوتی دوروں کے اخراجات میں تعاون۔ ۱۰۔ مفید مشوروں کے ذریعہ تعاون۔

۱۱۔ ویب سائٹ کے اخراجات۔

اپیل

تمام جماعتی وملی احباب سے اپیل کی جاتی ہے کہ حق وصداقت کی آواز کو بلند رکھنے اور اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے اور جمعیت کی دعوتی، تربیتی، تعلیمی، رفاہی اور سماجی خدمات سے متعلق سرگرمیوں کو تقویت پہنچانے کے لئے دل کھول کر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا تعاون فرمائیں بالخصوص رمضان کے مبارک مہینے میں اسے اپنے خصوصی عطیات وصدقات سے نوازیں۔

وجزاکم اللہ أحسن الجزاء

جمعیت کا اکاونٹ نمبر:

NAME: SUBAI JAMIAT AHLE HADEES MUMBAI

A/C NO:170011017542

BANK : AXIS BANK

BRANCH : CENTRALISED COLLECTION HUB, POWAI

IFSC CODE : UTIBO CCH274

تعاون کی رقم براہ راست صوبائی جمعیت اہل حدیث کے دفتر میں بھی جمع کی جاسکتی ہے۔

عہدیداران صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

مولانا عبدالسلام سلفی صاحب	(امیر جمعیت)	9820722231
مولانا محمد مقیم فیضی	(نائب امیر)	8879214923
مولانا الطاف حسین فیضی صاحب	(نائب امیر)	9820098827
جناب عبدالحمید خان صاحب	(نائب امیر)	9326338332
مولانا سعید احمد بستوی صاحب	(ناظم جمعیت)	9869986606
مولانا جمیل احمد سلفی صاحب	(نائب ناظم)	9326338332
مولانا عبدالجلیل مکی صاحب	(نائب ناظم)	9869708444
مولانا عبدالحکیم مدنی صاحب	(نائب ناظم)	9004388734
جناب عثمان لکڑاوالا صاحب	(ناظم مالیات)	8879214923

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
June 2016

صوبائی جمعیت کی سرگرمیاں

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com